ماہنامہ

حق چار یار

لاہور

جلد 31 شمارہ 7 - شوال ۱۴۳۹ھ جولائی 2018ء

خدام اہل سنت کی دُعا

از قلم حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحبؒ

خدایا اہل سنت کو جہاں میں کامرانی دے
خلوص و صبر و ہمت اور دیں کی حکمرانی دے

تیرے قرآن کی عظمت سے ہم سینوں کو گرمائیں
رسولؐ اللہ کی سنت کا ہر سو نور پھیلائیں

وہ منوائیں نبیؐ کے چار یاروںؓ کی صداقت کو
ابوبکرؓ و عمرؓ، عثمانؓ و حیدرؓ کی خلافت کو

صحابہؓ اور اہل بیتؓ [illegible] کی شان [illegible]
وہ ازواجؓ نبی پاک کی ہر شان منوائیں

حسنؓ کی اور حسینؓ کی [illegible] بھی کر عطا ہم کو
تو اپنے اولیاء کی بھی محبت دے خدا ہم کو

صحابہؓ نے کیا تو [illegible] اسلام کو بالا
انہوں نے کر دیا تھا روم و ایراں کو تہ و بالا

تیری نصرت سے پھر ہم [illegible] لہرائیں
کسی میدان میں بھی دشمنوں سے ہم نہ گھبرائیں

تیرے کرم سے [illegible] پاکستان [illegible]
عروج و فتح و شوکت اور دیں کا غلبہ کامل

[illegible] کی حفاظت [illegible]
مٹا دیں ہم تیری نصرت سے انگریزی نبوت کو

تو سب خدام کو توفیق دے اپنی [illegible] کی
رسول پاک کی عظمت، محبت اور اطاعت کی

ہماری زندگی تیری رضا میں صرف ہو جائے
تیری راہ میں ہر ایک سنی مسلماں وقف ہو جائے

تیری توفیق سے ہم اہل سنت کے رہیں خادم
ہمیشہ دینِ حق پر تیری رحمت سے رہیں قائم

نہیں مایوس تیری رحمتوں سے مظہرؔ ناداں
تیری نصرت ہو دنیا میں قیامت میں تیری رضواں

جلد 31 شمارہ 7 - شوال ۱۴۳۹ھ، جولائی 2018ء

قاضی ظاہر حسین صاحب 0333-5783036

دفتر ماہنامہ حق چار یار

0322-4135093
0302-4166462
042-37427872

فہرست مضامین

مسائل اور خدشات میں گھرا الیکشن 2018ء

۲۰۱۸ء انتخابات [illegible] (ن) کی قیادت [illegible] کے غیر جمہوری اقدامات [illegible] حکومت نہیں کرائیں گے۔ عمران خان کی [illegible] حکومت [illegible] کے دوران بار بار اعلان کہ امپائر کی انگلی اٹھنے والی ہے [illegible] کے باوجود۔ پاکستانی تاریخ میں دوسری مرتبہ قومی اور صوبائی اسمبلیوں کو اپنی آئینی مدت پوری کرنے کے بعد تحلیل کر دیا گیا ہے۔ نگران حکومتیں...... مرکز میں نگران وزیراعظم کا حلف جسٹس (ر) ناصر الملک، صوبہ پنجاب میں حسن عسکری رضوی، صوبہ سندھ میں سابق چیف سیکرٹری فضل الرحمن، صوبہ خیبر پختون خواہ میں جسٹس (ر) دوست محمد اور صوبہ بلوچستان میں علاؤالدین مری نے وزرائے اعلیٰ کے حلف اٹھائے ہیں۔

انتخابات کی تاریخ...... چیئرمین الیکشن کمشنر کے اعلان کے مطابق ۲۸ جون قومی اور صوبائی اسمبلیوں کے امیدواروں کی لسٹیں شائع ہونے کے بعد ۲۵ جولائی کو انتخابات ہوں گے۔

قومی المیہ...... تقسیم ملک کے بعد پاکستانی قائدین نے آزادانہ غیر جانب دارانہ خارجہ پالیسی اختیار کرنے کی بجائے پاکستان کو امریکہ کی گود میں ڈال دیا۔ جس کی بدولت آج ملک بڑی طاقتوں اور ان کے مالی اداروں کے پاس گروی رکھا ہوا ہے اور ملک کی آبادی کا ہر فرد مقروض ہے اور امریکہ کی زیر سرپرستی یہود ہنود ہمارے ہمسایہ ملک افغانستان اور ایران میں بیٹھ کر اندرون ملک دہشت گردی کرنے والوں کی ہر قسم کی امداد فراہم کرتے ہیں نیز امریکہ پاکستان پر دباؤ ڈال کر اپنے من پسند فیصلے کروا رہا ہے...... اور اندرون ملک کئی برس سے پاکستان شدید ترین معاشی بحران کا شکار ہے اس دھرتی کے وسائل عوام کی دسترس سے دور کر دیے گئے ہیں۔ غربت، افلاس، اشیاء صرف کی مہنگائی، بے روزگاری اور بجلی پانی سے محرومی ہمارے مقدر کا حصہ بنا دی گئی ہے۔ پٹرول، ڈیزل کی قیمتوں میں دن بدن اضافہ ہوتا ہے۔ خالص دوائیاں نہیں ملتیں۔ بھارت ہمارے دریاؤں کا پانی روک کر پاکستان کو ریگستان میں تبدیل کرنے کی مذموم کاروائیوں میں مصروف ہے۔ جن لوگوں کو اللہ تعالیٰ جل شانہ بصیرت و بصارت اور فراست عطا فرماتے ہیں انہیں میں سے ایک بقول حضرت

لاہوریؒ کہ امیر شریعت نے مزاح اور دل لگی کی چادر میں اپنی ولایت کو چھپایا ہوا ہے ''اوکمال قال''
انہوں نے ۱۹۴۶ء میں دہلی کی شاہی مسجد کے سامنے پارک میں ایک جلسہ عام میں تقریر کرتے ہوئے
فرمایا تھا۔ جس کا صرف ایک اقتباس ''اندرونی طور پر پاکستان میں چند خاندانوں کی حکومت ہوگی۔
اور یہ خاندان زمینداروں، صنعت کاروں اور سرمایہ کاروں کے خاندان ہوں گے۔ انگریز کے
پروردہ، فرنگی خاندان کے خودکاشتہ پودے، سروں، نوابوں اور جاگیرداروں کے خاندان ہوں گے۔
جو اپنی من مانی کارروائی سے محب وطن اور غریب عوام کو پریشان کر کے رکھ دیں گے۔ غریب کی
زندگی اجیرن ہو جائے گی۔ ان کی لوٹ کھسوٹ سے پاکستان کے کسان اور مزدور نان شبینہ کو ترس
جائیں گے، امیر روز بروز امیر اور غریب غریب تر ہوتے چلے جائیں گے۔''

مقام حیرت ہے کہ کسی بھی سیاسی جماعت نے اپنے انتخابی منشور میں پاکستان کو امریکہ کے
بیرونی دباؤ سے نکالنے اور ملک کو ایک اسلامی فلاحی مملکت بنانے کے لیے کوئی قابل عمل پروگرام نہیں
بنایا۔ بلکہ اس کے برعکس صرف انتخابات جیتنے کے لیے جماعت کے مخلص ورکر جو مڈل کلاس سے تعلق
رکھتے تھے نظر انداز کر کے جاگیردار، صنعت کار، سرمایہ دار اور خصوصاً دیگر جماعتوں کے استعمال کیے
ہوئے لوٹوں کو جو عوام الناس کو سبز دکھا کر سیٹ جیت سکیں انتخابی ٹکٹ دیئے جا رہے ہیں۔

امرِ واقعہ یہ ہے کہ سابقہ حکومت کو ملکی تاریخ کے طویل دھرنوں کا سامنا کرنا پڑا اور عوامی ترجیحات
و مسائل حل کرنے کے بجائے اس کی توجہ ایمپائر کی انگلی کی طرف مبذول رہی۔ ایمپائر جنہیں اب
''خلائی مخلوق'' کا نام دیا جا رہا ہے حالیہ الیکشن میں پوری طرح مصروف عمل نظر آ رہی ہے۔

ایسے میں باشعور عوام میں ملکی مستقبل کے حوالہ سے شدید تشویش پائی جا رہی ہے کہ اگر عوام کی باگ
دوڑ ان کی مرضی کے بجائے جنات کے ذریعے اپنی مرضی کے افراد کے سپرد کی گئی تو خدانخواستہ ایک اور
۱۹۷۱ء دیکھنا پڑے گا۔ ساڑھے تین لاکھ فوجی جوان ملکی سرحدوں سے ہٹا کر الیکشن میں جھونک دینا الیکشن
کمیشن اور امن عامہ کے لیے قائم اداروں کی ناکامی کا اعتراف ہے یا اپنی ترجیحات کو بہر صورت ٹھونسنا؟

ایسے میں تحریک خدامِ اہل سنت والجماعت پاکستان گہرے غور و خوض اور احباب سے مشاورت
کے بعد اپنا لائحہ عمل طے کرے گی۔ تحریک سے وابستہ دوستوں سے توقع ہے کہ جماعتی فیصلے کا انتظار
کریں گے اور اس کی پوری پوری پاسداری کریں گے۔ **وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم**

خداتعالیٰ وطن عزیز پاکستان کے حامی و ناصر ہوں۔ اور اسے اس کی بنیاد کے موافق نظام
خلافت راشدہ نصیب ہو۔ **امین بجاہ النبی الکریم ﷺ**

افاداتِ مظہر

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی قرآنی و ایمانی صفات

قائد اہل سنت وکیل صحابہؓ حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ ☆

خطاب جمعہ: ۱۰ اکتوبر ۱۹۷۹ء	ضبط و ترتیب: ماسٹر منظور حسین

اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم ○ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ○

وَمَنْ يُّعَظِّمْ حُرُمٰتِ اللّٰهِ فَهُوَ خَيْرٌ لَّهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ ۗ وَاُحِلَّتْ لَكُمُ الْاَنْعَامُ اِلَّا مَا يُتْلٰى عَلَيْكُمْ فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ الْاَوْثَانِ وَاجْتَنِبُوْا قَوْلَ الزُّوْرِ ○ حُنَفَآءَ لِلّٰهِ غَيْرَ مُشْرِكِيْنَ بِهٖ ۗ وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَكَاَنَّمَا خَرَّ مِنَ السَّمَآءِ فَتَخْطَفُهُ الطَّيْرُ اَوْ تَهْوِيْ بِهِ الرِّيْحُ فِيْ مَكَانٍ سَحِيْقٍ ○ ذٰلِكَ ۗ وَمَنْ يُّعَظِّمْ شَعَآئِرَ اللّٰهِ فَاِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوْبِ ○ لَكُمْ فِيْهَا مَنَافِعُ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى ثُمَّ مَحِلُّهَآ اِلَى الْبَيْتِ الْعَتِيْقِ ○۔

ترجمہ: ’’اور جو شخص اللہ تعالیٰ کے محترم احکام کی وقعت کرے گا، سو یہ (وقعت کرنا) اس کے حق میں اس کے رب کے نزدیک بہتر ہے اور ان مخصوص چوپاؤں کو باستثناء ان بعض کے جو تم کو پڑھ کر سنا دیئے گئے ہیں تمہارے لیے حلال کر دیا گیا ہے، تو تم لوگ گندگی سے یعنی بتوں سے (بالکل) کنارہ کش رہو۔ اور جھوٹی بات سے کنارہ کش رہو اس طرح سے کہ اللہ کی طرف جھکے رہو (اور) اس کے ساتھ شریک مت ٹھہراؤ، جو شخص اللہ کے ساتھ شریک کرتا ہے تو گویا وہ آسمان سے گر پڑا، پھر پرندوں نے اس کی بوٹیاں نوچ لیں۔ یا اس کو ہوا نے کسی دور دراز جگہ میں لے جا پٹکا۔ یہ بات بھی ہو چکی اور جو شخص دین خداوندی کے ان (مذکورہ) یادگاروں کا پورا لحاظ رکھے گا تو یہ لحاظ رکھنا (خدا تعالیٰ سے) دل کے ساتھ ڈرنے سے ہوتا ہے۔ تم کو ایک معین وقت تک فوائد حاصل کرنا جائز ہے۔ پھر (یعنی ہدی بننے کے بعد) اس کے ذبح حلال کا موقع بیت عتیق کے قریب ہے۔‘‘ (پ ۱۸، سورۃ الحج، رکوع ۴)

☆ بانی تحریک خدام اہل سنت والجماعت پاکستان، خلیفۂ مجاز شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ

○...... برادرانِ اہل سنت والجماعت! یہ سورۃ حج کی آیتیں ہیں، ان آیات میں حج کے احکام کا ذکر ہے۔ اسلام میں شریعت نے جو عبادت فرض کی ہے، اس عبادت کے کرنے والے کو ایک خاص نفع ملتا ہے۔ یہ مطلب نہیں کہ اللہ نے بندوں پر محض ایک بوجھ ڈال دیا، جن کا کوئی فائدہ نہ ہو۔ کیونکہ اللہ کا کوئی حکم، حکمت سے خالی نہیں ہوتا۔ انسان کی یہ زندگی امتحان ہے کہ وہ اللہ کا بندہ بنتا ہے یا نفس و شیطان کے تابع ہوتا ہے؟ ایک راستہ وہ ہے کہ جس پر چل کر اللہ کے بندے اپنے ربّ کو راضی کر سکتے ہیں اور وہ راستہ اس نے خود دکھایا ہے، یہ تو اس کا خصوصی فضل ہے، اس کی رحمت ہے کہ اس نے خود ہی بندوں کی راہنمائی فرمائی ہے، اللہ تعالیٰ نے خود بخود ہمیں بتایا ہے کہ اس طرح کرو تو میں راضی ہوں، اب مقبول بندہ وہ ہوگا جو اللہ تعالیٰ کے بتائے ہوئے طریقے کے مطابق عمل کرے، اور مردود ہوگا وہ کہ جو اس کے خلاف چلے گا، اور یہی امتحان و آزمائش ہے۔ انسان کی زندگی کا ایک حصہ تو وہ ہے کہ جس کا تعلق صرف دنیا سے ہے، اس میں کافر، مومن نیک و بد، سب بحیثیتِ انسان شریک ہیں، اور دوسرا، اس زندگی کا تعلق ان اعمالِ صالح سے ہے کہ جو بھی کر لے وہ صحیح بندہ بن جائے گا۔

○...... اللہ تعالیٰ نے اس آخری امت کے لیے قرآن مجید بھیجا، اس آخری امت کے لیے امام الانبیاء والمرسلین، رحمۃ للعالمین، خاتم النبیین، شفیع المذنبین حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کو ہادیٔ اعظم بنا کر بھیجا، جنہوں نے ایک ایک نیکی بتا دی، اصول، عقائد، اعمال، سنت اور شریعت کے نشان بتائے، اب اسلام کے جو ارکان و فرائض ہیں، میں نے پہلے عرض کیا ہے کہ ہر فرض کا علیحدہ علیحدہ فائدہ ہے، نماز کا فائدہ نماز پڑھنے سے ہوگا، زکوٰۃ دینے سے نہیں۔ زکوٰۃ کا فائدہ زکوٰۃ دینے سے ہوگا نماز پڑھنے سے نہیں ہوگا، روزہ رکھنے میں جو نفع ہے وہ صدقات میں نہیں۔ اس لیے کہ یہ ساری عبادتیں علیحدہ علیحدہ ہیں تاکہ اللہ کے بندوں کو ہر پہلو سے نعمتیں نصیب ہو جائیں۔ کمی نہ رہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ زبانی عبادت بھی، بدنی، جسمانی عبادت بھی اور مالی عبادت بھی بندوں کو نصیب ہو جائے کہ ایک ہی فائدہ ہوتا تو ایک ہی عبادت ہوتی۔

○...... ارکانِ اسلام میں سے ایک اہم رکن حج ہے، حج کا لغوی معنیٰ کسی کام کا قصد کرنا، ارادہ کرنا، لیکن شریعت کی اصطلاح کا خاص مفہوم ہوتا ہے، تو جب شرعی معنیٰ میں حج کا لفظ بولا جائے گا، اس کا معنی خاص ہوگا کہ اللہ کے گھر کے لیے ارادہ کر کے جانا۔ حج انہی مقامات پر ہوگا جہاں شریعت

کا حکم ہے، حج میں بھی قصد اور ارادہ پایا جاتا ہے لیکن کس کا؟ کہ بیت اللہ شریف کی حاضری کا۔ اور پھر حج کی عبادت جو ہے یہ گویا مجموعہ عبادات ہے، اس میں زبانی عبادتیں بھی ہیں، بدنی عبادتیں بھی ہیں، مالی عبادتیں بھی ہیں، اس میں ساری عبادتیں آجاتی ہیں۔

○......جتنا کوئی خلوص نیت سے، صاف دلی سے، حج کے افعال ادا کرے گا اتنا ہی اس کو ثواب ملے گا، اس لیے نبی کریم ﷺ کا ارشاد یہ ہے کہ اگر حج قبول ہو جائے تو جب حاجی واپس گھر لوٹتا ہے تو اس کی حالت یہ ہوتی ہے، کہ گناہوں سے اس طرح پاک ہو کر آتا ہے جس طرح آج ماں کے پیٹ سے نکلا ہے۔ اس میں ایک بات یاد رکھیں کہ جو اللہ کے اپنے حقوق ہیں وہ تو اللہ تعالیٰ معاف کر دیتا ہے لیکن اگر بندوں کا حق کسی کے ذمہ ہے تو وہ بندہ جب تک معاف نہ کرے اللہ نہیں معاف کرتا۔ بندوں کے حق کا معاملہ بڑا نازک ہے، اس میں ہم لوگ زیادہ کوتاہیاں کرتے ہیں، نماز بھی پڑھیں گے حرام بھی کھائیں گے، سودا بیچنے میں فریب دھوکہ کریں گے، رشوت دیں گے، رشوت لیں گے اور یہ احساس نہیں ہوتا کہ یہ بندوں کے حقوق ہیں، جب تک وہ بندہ کہ جس کا حق کسی نے کھایا ہے معاف نہ کرے قیامت میں اُس کو سزا ہوگی، یا اس کی نیکیاں اس کو دے دی جائیں گی، تو یہ نفسانی اور روحانی بیماریاں ہیں۔ دنیا کی محبت، طمع اور لالچ، جس سے کئی بیماریاں پھر آگے چلتی ہیں، حرام کھائے گا تو اندر کا نور گیا، خوش نصیب وہ ہے کہ جس کے ذمہ بندوں کا بھی کوئی حق نہ ہو، پھر تو بالکل صاف ہے، تو بہرحال حج بیت اللہ بہت مبارک سفر ہے، واپس آنے تک وہ گویا اللہ کی راہ میں ہے، بس وہ گھر کی زنجیروں کو توڑ کر اللہ کے لیے نکلا ہے۔ اب یہ زندگی اللہ کے لیے ہوگی۔

''وَمَنْ يُّعَظِّمْ حُرُمٰتِ اللّٰهِ فَهُوَ خَيْرٌ لَّهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ'' فرمایا! اللہ نے جن چیزوں کا احترام ضروری قرار دیا ہے، ان کی حرمت اور ان کے احترام کو باقی رکھنا، اور اس کی تعظیم کرنا، یہ اس کے ربّ کے ہاں اس کے لیے بڑی بہتر چیز ہے۔ اسی سلسلے میں پھر قربانی اور حلال جانوروں کا ذکر ہے۔ تاکہ بندے حلال حرام پر نظر رکھیں، حرام سے بچیں، حلال اختیار کریں۔

''فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ الْاَوْثَانِ وَاجْتَنِبُوْا قَوْلَ الزُّوْرِ'' پس بچو تم بتوں کی پلیدی و گندگی سے اور جھوٹی بات سے بچو۔ یہ نہیں کہ حج کر رہے ہیں۔ لبیک لبیک کہہ رہے ہیں اور جھوٹ بھی بول رہے ہیں۔ کئی لوگوں کو مقاماتِ مقدسہ میں احساس اور توجہ نہیں ہوتی تو پھر وہ آداب جو اس مقدس مقام کے ہیں وہ ملحوظ نہیں رکھ سکتے۔ جب یہ تصور ہوگا کہ میں کہاں ہوں تو اس تصور سے ہی اس کی

بڑی اصلاح ہو جائے گی۔ محتاط ہو جائے گا، جھوٹی بات تو کہیں بھی جائز نہیں لیکن خاص حج کا سفر ہو، تو جھوٹی بات سے بچو، شرک اور بت پرستی سے بھی بچو ''حُنَفَآءَ لِلّٰہِ غَیْرَ مُشْرِکِیْنَ بِہٖ'' ایک اللہ کے ہو کے رہو، یہ توحید ہے، توحید تو یہاں بھی ہے، وہاں بھی ہے، ساری زندگی میں ایک اللہ کا ہو جانا، لیکن جب بندہ اللہ کے گھر کی زیارت کے لیے جا رہا ہے تو یہ توحید کا تصور اس پر غالب آ جانا چاہیے کہ اب تو میں گویا اللہ کے گھر پر جا رہا ہوں۔ تو بندہ تصور یہی رکھے گا کہ گویا اللہ یہاں ہے، یہ سمجھو کہ مجھے ربّ مل گیا۔ بڑی نعمت ہے، پھر صرف تصور نہیں ہوگا، اس جگہ کا اثر ہوگا، ان تجلیات کا اس کے باطن پر، اس کی روح پر، اس کے قلب پر اثر ہوگا، تو جتنا جتنا کوئی تصور یا مراقبہ لے کے جاتا ہے اتنا اتنا وہاں سے اس کو فیض ملتا ہے، وہاں فنائیت کی تجلی ہے، فنائیت کا مقام حاصل ہوتا ہے، جس کو فنا فی اللہ کہتے ہیں کہ اپنے وجود سے نظر ہٹا لو، سمجھو کہ ہم کچھ نہیں۔ حافظ شیرازی ؒ فرماتے ہیں۔ تو خود حجابِ خودی حافظ از میاں برخیز تیرے اور ربّ کے درمیان جو پردہ ہے وہ تو خود ہی پردہ ہے، رکاوٹ ہے، کیسی بات ہے؟ ربّ تو شہ رگ سے نزدیک ہے۔ ہم خود اتنا اپنے نزدیک نہیں جتنا رب ہمارے نزدیک ہے، اللہ کا ارشاد ہے نحن اقرب الیه من حبل الورید ۔ ہم انسان کی شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہیں، حافظ شیرازی شاعر ہیں لیکن عارف، ولی اللہ، وہ فرماتے ہیں۔ تو خود حجابِ خودی حافظ از میاں برخیز۔ رب اور تیرے درمیان جو پردہ ہے وہ تو خود ہی پردہ ہے، بس یہ ایک مصرع عجیب ہے، تو خود درمیان سے ہٹ جا ربّ تیرے ساتھ ہے خود ہٹ جانا اس کا معنیٰ یہ ہے کہ اپنے آپ پر نظر نہ رکھو اس کو فنا فی اللہ کہتے ہیں۔

تو بہر حال جہاں خانہ کعبہ ہے جس کو خود اللہ پاک نے اپنا گھر فرمایا، مسلمان تو اسی سے اندازہ لگا سکتا ہے کہ وہ جگہ کیسی ہوگی؟ بزرگ فرماتے ہیں کہ خانہ کعبہ میں جلال ہے وہاں اللہ کے بندوں کے قلوب پر رعب پڑتا ہے اور مدینہ منورہ میں اللہ کے جمال کی تجلی ہے، وہاں جمال کے جلوے ہیں۔ روضۂ مقدسہ کی زیارت کرو تو جمال کی تجلی نصیب ہوگی۔

○......تو بہر حال مقصد یہ ہے کہ حاجی دنیا میں ہے تو سہی، گویا اس میں نہیں ہے، بال بچوں کو چھوڑنا، کاروبار دوسری ضروریات کو چھوڑنا، سب کچھ اللہ کے حوالے کر دینا اور گھر سے نکل پڑنا۔ اور پھر شریعت نے احرام کا حکم دیا ہے کہ سلے ہوئے کپڑے نہیں پہن سکتا دو چادریں ستر پوشی کے لیے ہیں وہی کفن ہے، جو میت کے لیے کفن کا لباس ہے، میت کے لیے کفن اس لیے ہے کہ اس کو اب

ضرورت نہیں اس کی دنیا کی زندگی ختم ہوگئی، دنیا کی لذتیں سب ختم، دنیا کی ہر پیاری چیز چھوڑ کے یہ جا رہا ہے، چونکہ موت تو اللہ کے اختیار میں ہے لیکن دوسرے زندوں کی طرح ہم نہیں، ہم تو کفن پہنے ہوئے ہیں، اندازہ فرمائیں۔ یہ احرام ہی کیسا عجیب لباس ہے۔ فنائیت کا لباس ہے۔ غیر اللہ سے سارے تعلقات توڑنے کا لباس، سمجھے کہ میں بس دنیا سے جدا ہوگیا۔ میں اللہ کے دروازے پر آگیا۔ سوائے اللہ کے میری کسی طرف توجہ نہیں ہے، پھر پاک ہی پاک ہوگیا، کامل ہی کامل ہوگیا۔ تو حج بیت اللہ کوئی معمولی بات نہیں۔ یہاں سے سوائے اللہ کی رضا کے، کوئی اور ارادہ نہ کرے، وہاں سے چیزیں خرید سکتا ہے لیکن ارادہ لے کے نہ جائے، پروگرام بنا کے نہ جائے، دارالعلوم دیوبند کے شیخ الادب حضرت مولانا اعزاز علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ حج پر جانے والے کی جو حالت ہوگی ایسی ہی مہر لگ جائے گی۔ اگر خراب حالت، خراب نیت سے گیا تو اسی پر مہر لگ گئی، صحیح نیت سے، توبہ استغفار ہے تو صفائی پر مہر لگ گئی، فرمایا کہ وہاں تو آدمی مہر لگوانے جاتا ہے۔ اس لیے حکم ہے کہ رنجشیں دور کر کے جاؤ، ناراضگیاں دور کر کے جاؤ، بندوں کے حقوق واپس کر کے یا معاف کرا کے جاؤ، کیا پتہ ہے کہ زندگی ہے کہ نہیں؟ پھر کیا پتہ ہے کہ وہاں حج قبول ہوتا بھی ہے یا نہیں؟ اس لیے آدمی بہت زیادہ توبہ استغفار کر کے جائے تاکہ اللہ کی رحمتوں سے مشرف ہو۔ تو بہرحال حج بیت اللہ بہت بڑی نعمت ہے، اسی نعمت کے بتانے کے لیے رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس کا حج قبول ہو جائے وہ اس طرح جس طرح آج ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا ہے کہ اس کے بدن پر کوئی گناہ نہیں۔

○......اس لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ''حُنَفَآءَ لِلّٰهِ غَيْرَ مُشْرِكِيْنَ بِهٖ'' بس تم ایک اللہ کے ہو جاؤ، اس کا معنی یہ نہیں کہ رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت نہ ہو، یا صحابہ کرامؓ کی محبت نہ ہو، یا اولیاء عظام کی محبت نہ ہو۔ یہ سمجھ لو فرق، اصل محبت تو اللہ کی ہے، اس کے بعد مخلوق میں ان سے محبت ہو جو اللہ کے ہیں، تو وہ اللہ کی محبت ہے وہ اللہ کی محبت کے خلاف نہیں، کیونکہ وہ بھی اللہ ہی کے لیے ہے، چونکہ وہ اللہ کے پیارے ہیں، اس لیے ہمیں ان سے محبت وعقیدت ہے، اگر وہ اللہ کے پیارے نہ ہوتے تو ہم بھی ان سے پیار نہ کرتے۔ للّٰہ فی اللّٰہ جس کو کہتے ہیں۔ اللہ کی راہ میں اللہ کے لیے جس چیز کا تعلق اللہ کے ساتھ ہے۔ اللہ کے لیے اس سے یہ محبت ہو عقیدت ہو، اتباع ہو، اطاعت ہو۔

○......اور اللہ کی مخلوق میں سب سے زیادہ فضیلت والے، اللہ کے ہاں محبوبیت کا مقام پانے والے، تمام کمالات کے جامع ہمارے رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات ہے، اس لیے جتنی اللہ سے محبت

ہوگی، اسی نسبت سے حضور ﷺ سے محبت ہوگی اور جتنی حضور ﷺ سے محبت ہوگی اسی نسبت سے اللہ سے محبت ہوگی، تو حضور ﷺ کی محبت اللہ کی محبت میں رکاوٹ ڈالنے والی نہیں، وہ اللہ تک پہنچانے والی ہے، یہ سمجھ لو۔ یہ شرک نہیں، شرک تو یہ ہے کہ جو اللہ کی صفت ہے وہ کسی اور میں مانو۔ جو اللہ کی عبادت ہے وہ کسی اور کی کرو۔ تو وہ شرک ہے لیکن اپنے درجے میں کسی کی محبت و تعظیم اور اطاعت ہے تو گویا اللہ کے لیے ہے۔ وہ اللہ کے قرب کا ذریعہ ہے۔

○ ...... ''قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ '' آپ ﷺ اعلان فرما دیجیے کہ اگر تم اللہ سے محبت چاہتے ہو تو میری اتباع اور پیروی کرو، اللہ پاک نے خود قرآن مجید میں حضور ﷺ کی اتباع کا حکم دے دیا کیونکہ حضور ﷺ کی اتباع و پیروی اللہ تک پہنچانے والی ہے، بغیر حضور ﷺ کی محبت اور اطاعت کے، کوئی بندہ اللہ تک نہیں پہنچ سکتا۔ تو جو محبت اللہ کے لیے شریعت کے مطابق ہو وہ صحیح اور ضروری ہوگی۔ جو اللہ کے حکم کے خلاف ہو وہ ناجائز ہے۔ عام لوگ سمجھتے ہیں کہ نیت صحیح ہو تو شریعت کی مخالفت بھی جائز ہے، یہ فقیری نہیں سمجھ لو۔ اللہ کے ہاں جو چیز پسندیدہ ہے اس کے کرنے سے اللہ راضی، جو ناپسندیدہ ہے اس کے کرنے سے اللہ ناراض ہوتا ہے۔ ہے سب کا میزان شریعت، شریعت کے خلاف تو کوئی چیز مقبول ہو ہی نہیں سکتی، شریعت ہی کے لیے سرکار دوعالم ﷺ تشریف لائے ہیں، شریعت ہی کی حفاظت کے لیے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے محنتیں کیں۔

○ ...... جس طرح میں نے پہلے بھی عرض کیا، کہ نبوت کے بعد صحابیت کا درجہ ہے، خدائی کے بعد نبوت کا درجہ اور نبوت کے بعد صحابیت کا درجہ، یہ اچھی طرح یقین جما لو، یہ معمولی بات نہیں۔ خدائی کے بعد رسالت اور نبوت۔ اور رسالت کے بعد صحابیت کا درجہ، باقی جتنے درجات ہیں، سب صحابیت کے نیچے ہیں، جس طرح اللہ تعالیٰ تک پہنچنے میں، ہر عالم کی، ہر صوفی کی، ہر ولی کی، غوث اور قطب کی نظر جمتی ہے حضور ﷺ کی ذات کے سبب، کہ ربّ ملے گا حضور ﷺ کے واسطہ سے، حضور ﷺ کی محبت اور پیروی سے، یہ سمجھ لو، یہ بات تو مانتے ہو ناں؟

○ ...... اللہ تک پہنچنے کا ذریعہ حضور ﷺ کی ذات پاک ہے۔ سب انبیاء کو مان لو، ماننا ہے، حضور ﷺ کو نہ مانو یا حضور ﷺ کی پیروی نہ کرو، تو تم کو انبیائے کرامؑ کی محبت اور تابعداری، حاصل ہو بھی تو ربّ تک نہیں پہنچ سکتے۔ ربّ تک پہنچنے کے لیے سارے دروازے بند ہیں، ہر نبی پر ایمان لانا ہے نہ مانو تو کافر، لیکن پیروی صرف حضور ﷺ کی، سوائے حضور ﷺ کے راستہ کے، کوئی راستہ

اللہ تک پہنچنے، پہنچانے والا نہیں۔ یہ اللہ کا قانون ہے۔

○.....اسی طرح اس سے آگے ایک اور حقیقت اور عقیدہ ہے، جس سے آج غفلت ہو رہی ہے، وہ سمجھا رہا ہوں کہ نبی کریم رحمۃ للعالمین ﷺ تک پہنچنے کا ذریعہ صرف اصحاب رسول ﷺ ہیں، حضور ﷺ تک نہیں پہنچ سکتے، سوائے اصحابؓ کے، کوئی کہے کہ صحابہؓ کی محبت کے بغیر مجھے حضور ﷺ کی محبت نصیب ہے یا ہوگی۔ ایں خیال است و محال است و جنوں۔

بالکل غلط۔ صحابہؓ کی پیروی کے بغیر حضور ﷺ کی پیروی نصیب ہوسکتی ہے یہ بالکل بے بنیاد بات ہے۔ کیوں؟ حضور تک پہنچنے کے لیے اصحابؓ کو درمیان واسطہ ہیں۔ اس کو ذریعہ کہتے ہیں۔ حضور ﷺ نے ”ما انا علیه واصحابی“ میں کتنی بڑی حقیقت کا اظہار فرمایا کہ جنت میں وہ جائیں گے جو میرے اور میرے اصحابؓ کے طریقے پر ہوں گے۔ آج اس عقیدے پر محنت کی ضرورت ہے، یہ عقیدہ نظر انداز کرنے سے آج ہم مصیبتوں میں مبتلا ہیں، فتنوں میں گھرے ہوئے ہیں، ہمارے ایمانوں پر مختلف طریقوں سے ڈاکے ڈالے جا رہے ہیں، شعوری اور بے شعوری طریقے سے ہم اپنی اس نعمت سے محروم ہو رہے ہیں، جو صحابہؓ کی محبت سے ہمیں نصیب تھی، آنکھیں کھول کر ساری دنیا میں جائزہ لے لو کہ صحابہؓ کی عظمت ہے یا نہیں؟ غفلت و بے توجہی سے تو آدمی ہلاک ہو جاتا ہے۔

○.....پھر اچھی طرح سمجھ لو، جس طرح ربّ تک پہنچنے کے لیے صرف حضور ﷺ کا دروازہ ہے، اسی طرح حضور ﷺ تک پہنچنے کے لیے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا دروازہ ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو چھوڑ کر حضور ﷺ تک پہنچنے کا کوئی راستہ ہے ہی نہیں۔ یہ ”فرمودات“ ہیں شیخ العرب والعجم حضرت مدنی رحمہ اللہ کے اس سے بھی کچھ مقام صحابہؓ سن سمجھ لو، یہ جو میں زور دیتا ہوں ناں صحابہ اور خلفائے راشدین پر، جس سے خود سُنّی مسلمانوں نے تو توجہ ہٹالی ہے، دُکھ یہ ہے اور اس پر بڑی محنت کی ضرورت ہے، بڑی بڑی حقیقت آنکھوں سے اوجھل ہو جائے، اس کی اہمیت اگر نظر انداز کر دی جائے تو خواہ ایمان کی گہرائیوں میں بندہ اس کو مان بھی رہا ہو، لیکن اس سے نفع، فیض پھر نہ ہوگا، آج ہمارا سنی مسلمانوں کا یہی حال ہے اگر پوچھو کہ حضور ﷺ کے بعد کس کا درجہ ہے؟ تو کہیں گے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا۔ یہ تو ہر مسلمان کا عقیدہ ہے لیکن یہ بالکل ادنیٰ درجے کا صرف یہ عقیدہ ہے، ایک عقیدہ ہے جب تک اس پر محنت نہ کی جائے جب تک اس کی اہمیت نہ واضح ہو، اور جب تک یہ نہ سمجھے کہ میرے پاس جو بھی شریعت آئی ہے، دین آیا ہے، جو سنت پہنچی ہے، قرآنِ مجید کے الفاظ، معانی، اس کی حکمتیں، اس کی

گہرائیاں جو کچھ علماء تک پہنچی ہیں، یہ سب کچھ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے واسطے سے ہے، وہ نہیں تو ہم نہیں۔
تو حضرت مدنی رحمہ اللہ فرماتے ہیں، ''صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں جو بھی کمالات اور بھلائیاں ہیں خواہ از قسم علم ہوں، یا از قسم عمل''، یعنی علمی کمالات ہوں یا عملی کمالات ہوں ''وہ سب جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے طفیل اور آپ کی اتباع ہی سے ہیں، بالذات'' ان کی ذات سے نہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی سے وہ کمالات ہیں۔ پھر فرماتے ہیں ''صحابہ کرامؓ کا اتباع جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کا اتباع ہے'' اور یہی حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ''صحابہ رضی اللہ عنہم کی پیروی کرلو تو یہ سمجھو کہ ہم نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کرلی، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کرلو تو سمجھ لو کہ ہم نے اللہ کی پیروی کرلی۔'' جس کو جنابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم پر واجب کیا۔'' حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ رضی اللہ عنہم کی پیروی ہم پر واجب کی۔
حضورؐ نے فرمایا ہے کہ میرے صحابہ کی پیروی کرو، حکم ہے ناں؟ ''ان کی اتباع بحیثیت رسالت نہیں''، صحابہ کا اتباع، پیروی یہ نہیں ہے کہ وہ پیغمبر تھے، جس طرح بعض نادان کہتے ہیں کہ وہ کوئی پیغمبر تھے؟
فرماتے ہیں ''کہ ان کا اتباع بحیثیت رسالت نہیں بلکہ بحیثیتِ نقل وفہم، ارشاداتِ نبویہ کے ہے۔''
اس لیے صحابہ کی پیروی لازم ہے اور کی جاتی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے انہوں نے ہر بات آگے پہنچائی۔
حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا جو کچھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا، آگے پہنچا دیا۔ ''اور پھر سمجھ کر پہنچایا۔'' وہ نہیں سمجھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کو تو ہم کیا سمجھے؟ اس لیے حضرت نے فرمایا ''بلکہ بحیثیت نقل اور فہم ارشاداتِ نبوی کیا جاتا ہے اور اسی طرح بعد والے آئمہ کا اتباع بھی، جماعتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہی کا اتباع ہے، اگر قرآنِ مجید میں کسی کے متعلق ہمیشہ جنتی رہنے کی یعنی تادیب کی خبر دی گئی ہے ابدًا''، قرآن نے صحابہؓ کے متعلق، مہاجرین و انصار کے متعلق اعلان کیا ہے کہ اللہ اُن سے راضی ہوگیا۔ ان کے لیے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے جنتیں تیار ہیں تو حضرت مدنی رحمہ اللہ فرمارہے ہیں کہ وہ معیارِ حق کیوں ہیں؟ فرمایا! ''اگر قرآنِ مجید میں کسی کے متعلق ہمیشہ جنتی رہنے کی یعنی تادیب کی خبر دی گئی ہے تو اس کے متعلق کوئی بالقصد غلط کاری، معصیت کا احتمال نہیں ہوسکتا۔'' ان شخصیتوں سے، اجتہادی خطاء، غلط فہمی ہو تو اور بات ہے جان بوجھ کر گناہ معصیت کریں، وہ نہیں ہوگی، ''اس لیے یقیناً اس کے اعمال اور اقوال حق ہی ہوں گے، اس میں کوئی شائبہ باطل کا نہیں پایا جاتا، ورنہ یہاں اخبار قطعیہ قرآنیہ پر حرف آئے گا۔'' مطلب یہ ہے کہ اللہ پاک نے قطعی طور پر اُن کے متعلق جنت کے تیار کرنے اور راضی ہونے کا اعلان کر دیا تو یہ اللہ کا اعلان تو غلط نہیں ہوسکتا، اس لیے ماننا پڑے گا کہ وہ اللہ کے

تابعدار تھے، سچے تھے، عادل تھے، متقی تھے، پرہیز گار تھے اور اگر بالفرض خدانخواستہ کسی وقت ان سے کوئی ایسا فعل بھی صادر ہو گیا تو فوراً اللہ کی رحمت سے ان کو توبہ کی توفیق ملی۔

○..... یہ ایک اور عقیدہ سمجھ لو! کہ ایک لاکھ چوبیس ہزار صحابہ کرامؓ یا جو تعداد ان کی ہے اللہ ہی کو معلوم ہے۔ ان سب کی وفات جو ہے، وہ کامل ایمان پر ہے، جنتی ہونے پر ہے۔ جو کچھ پہلے تھا سب معاف ہو چکا، سب کو اللہ نے توبہ کی توفیق عطا فرما دی اس لیے فرمایا ''رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ'' اللہ ان سے راضی ہو گیا وہ اللہ سے راضی ہو گئے۔

○..... اب اندازہ فرمائیں کہ آج جو حاجی جائیں گے اور حج کے افعال ادا کریں گے، عرفات کے میدان میں جمع ہوں، خانے کعبے کا طواف کریں گے، اس مقدس نورانی زمین پر چلیں، پھریں گے یہ آج کے لوگ ہیں ان کو لوگ کہتے ہیں کہ کتنے خوش نصیب، خوش بخت ہیں، آج کے یہ لوگ، دورِ رسالت کے صدیوں بعد آنے والے ہیں، لیکن اصل حج کے جلوے، طواف کے جلوے، اللہ کی رحمتوں سے مشرف ہونا، اللہ کی توحید میں فنا ہونا، رسولِ کریم ﷺ کی محبت اور اطاعت میں فنا ہونا، یہ اُن حاجیوں کو نصیب ہوا جو سرکارِ مدینہ ﷺ کے ساتھ حج کرنے والے ہیں یعنی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، یہ تصور کبھی نہ بھلانا، یہ بڑی بات ہے۔ اس خیال سے ہی ایمان ٹھیک ہو جائے گا، ظلمتیں دور ہو جائیں گی۔ اور یہ عقیدہ پھیلاؤ، فتنوں کا دَور ہے۔ صرف سیاست کو نہ دیکھو، دین کو دیکھو، تم اپنا رستہ پہنچانو، حضور ﷺ نے فرما دیا ''ما انا علیہ واصحابی'' جو رستہ میرا وہ صحابہ کا ہے وہ رستہ جنت کا ہے، اس لیے جو صحابہ کا ہے وہ آپ کا ہے۔ جو صحابہ کا نہیں وہ آپ کا نہیں بات سیدھی ہے۔ صحابہؓ پر یقین ہے تو صحابہ کے رستے کو چھوڑ کے تم کہاں جاؤ گے؟ اس میں ہمیں کسی کا لحاظ احترام نہیں ہے، ہم دلیل سے بات ضرور کریں گے۔ لیکن ہم ایسا ہڑبونگ نہیں قائم کرنا چاہتے کہ ہمیں پتہ ہی نہ ہو کہ ہم کس رستے پر چل رہے ہیں، ہم کس کے پیچھے چل رہے ہیں اور کیا کر رہے ہیں؟

علم کا ادب

خلیفہ مہدی عباسی کے بیٹے نے قاضی شریک رحمہ اللہ سے کھڑے کھڑے ایک حدیث پوچھی۔ انہوں نے بالکل توجہ نہ دی۔ شہزادہ بولا: ''آپ ہماری توہین کرتے ہیں۔'' قاضی صاحب نے کہا'' تمہاری توہین نہیں کرتا، ہاں علم کی ناقدری نہیں کرتا۔'' شہزادہ فوراً سمجھ گیا اور دوزانو بیٹھ کر حدیث پوچھنے لگا۔ قاضی شریک بولے: ''ہاں! علم تو اس طرح حاصل کیا جاتا ہے۔'' ﴿مرسلہ: نیاز احمد، لاہور﴾

چراغ ہدایت

ارشادات و کمالات

ماخوذ از مکتوبات	عنوان و ترتیب
شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ	حضرت مولانا رشید الدین حمیدی صاحب رحمۃ اللہ علیہ

سب پیروں کا پیر قرآن مجید ہے

بنے کیونکر کہ ہے ہر بات الٹی
ہم الٹے، یار الٹا، بات الٹی

مخدوما! مریدوں کا زیادہ ہونا اپنے نام لیوا اور تابعدار زیادہ سے زیادہ بنانا مرشدان طرق اور اہل بیعت کا عظیم الشان مقصد ہے۔ اور اس زمانہ میں تو اس مقصد کے لیے باقاعدہ ایجنٹ رکھے جاتے ہیں۔ ان کو بڑی بڑی تنخواہیں دی جاتی ہیں۔ پروپیگنڈے کیے جاتے ہیں تاکہ زیادہ سے زیادہ مرید بنائے جائیں۔ پھر ان کے نام رجسٹروں میں لکھے جاتے ہیں۔ لہٰذا میرے لیے یہ بات بڑی خوشی کی ہونی چاہیے کہ آپ سب حضرات اور خاندان کے لوگ میرے مرید ہو جائیں۔ اس سے کم سے کم یہ فائدہ تو ضروری ہوگا کہ ہر طرف آپ لوگ میری تعریفیں کریں گے جس سے میرا نام مشہور اور روشن ہوگا۔ آمدنی ہوگی۔ اچھا اچھا کھانا ملے گا۔ نذر نیاز ملے گی۔ مگر میں پھر بھی انکار کر رہا ہوں اور اپنا نقصان کر رہا ہوں۔ یہ محض آپ کی محبت کی وجہ سے ہے۔

کیونکہ آپ اگر کسی مرشدِ کامل سے بیعت ہوں گے تو وہ آپ کی سچی اور صحیح رہنمائی کرے گا۔ آپ کے لیے دین اور دنیا کی بھلائی ہوگی، وہ فوائد حاصل ہوں گے جو کہ مقصود اعظم ہیں۔ میرے جیسے نالائق نامراد بدنام کنندہ سے اگر آپ بیعت ہوگئے تو اگرچہ میرا فائدہ ہوگا مگر آپ کی راہ ماری جائے گی آپ کے لیے نقصان ہی نقصان ہوگا۔ اس لیے آپ کسی متدین واقف شریعت و طریقت کامل بزرگ کو تلاش کریں اور اس سے بیعت ہوں۔

آپ کہتے ہیں کہ میں نے سب کچھ دیکھ لیا۔ کسی سے میری طبیعت بیعت ہونے کو نہیں چاہتی۔ تو میرے محترم! آپ نے جن کو دیکھا جن کی جانچ پڑتال کی، انہی میں تو خداوند کریم کے مقرب

بندے منحصر تو نہیں ہیں۔ آپ تلاش کرتے رہیں۔ ممکن ہے آپ کو کوئی مرد خدامل جائے اولیائی تحت قبائی لاتعرفھم غیری۔ مشہور مقولہ ہے، ممکن ہے آپ کی پرکھ غلط ہو، پھر یہ عجیب بات آپ نے کہی کہ طبیعت کسی سے بیعت ہونے کو نہیں چاہتی۔ اس کے معنی تو یہ ہوئے کہ دارومدار کہ طبیعت پر ہے جس کو آپ کی طبیعت بزرگ مانے وہ بزرگ ہے اور جس کو نہ مانے وہ بزرگ نہیں ہے۔ ماشاء اللہ یہ تو خوب طریقہ ہے۔ آپ اپنی طبیعت کو برے اور بھلے کے انداز کے لیے ترازو بناتے ہیں۔ حضور! آدمی کی بھلائی برائی صرف سننے دیکھنے خط و کتابت، تقریر و تحریر سے معلوم نہیں ہوسکتی بلکہ اس کے پاس رہنے، اس کے ساتھ معاملات کرنے، سفر حضر میں مدتوں ساتھ رہنے سے معلوم ہوتی ہے۔ ''کہ خبث نفس نہ گردو بسالہا معلوم''۔

آپ میری باتوں سے دھوکہ میں پڑ گئے۔ حالانکہ آپ سے مجھ کو مصاحبت اور مجالست کی کبھی نوبت نہیں آئی۔ دور دور سے آپ نے مجھ کو کبھی دیکھا ہے مجھ کو تو آپ کی صورت تک یاد نہیں۔

بہرحال جو کچھ میں نے آپ کو لکھا ہے وہ محض آپ کی خیر خواہی کے لیے لکھا ہے۔ اب آپ جانیں اور آپ کا کام۔ یہ بھی واضح کر دوں کہ بیعت ہونا اسلام میں فرض نہیں ہے۔ نجات اس پر موقوف نہیں ہے۔ کروڑوں انسان بیعت نہیں ہوتے تو کیا ان کی بارگاہ الٰہی سے مغفرت نہ ہوگی۔ اس لیے آپ کو جلدی نہیں کرنی چاہیے۔ شیخ کامل کی تلاش میں رہیے۔ ہاتھ آجائے تو بیعت کر لیجیے۔ ورنہ آقائے نامدار علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پیروی میں سب کچھ ہے۔ اسی میں لگے رہیے۔ پیروں کا پیر قرآن مجید آپ کے سینے میں ہے۔ جس قدر ممکن ہو اس کی تلاوت کیجیے۔ آخرت میں اس کی شفاعت اور دنیا میں اس کی بیعت نہایت بلند اور موثر ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کی برکتوں سے آپ کو ہم کو سب کو نوازے۔ آمین (مکتوبات شیخ الاسلام ج۔۴ص ۸۸)

کفر میں سب سے بڑا درجہ کفر جحود کا ہے

یعنی اللہ تعالیٰ اور اس کی صفات کاملہ متواتر کا انکار کرنا، دل اور زبان سے اس کو نہ ماننا۔

(مکتوبات شیخ الاسلام ج۔۴،ص ۷۹)

شرک میں سب سے بڑا درجہ شرک صریح کا ہے

اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو اس کی ذات وصفات، افعال وعبادت میں شریک کرنا۔ (مکتوبات شیخ الاسلام ج۔۴، ص۷۹)

شرک وکفر کا سب سے ادنیٰ درجہ

یہ ہوگا کہ کسی ایسے فعل کا ارتکاب کیا جائے جو کہ موہم شرک وکفر ہو، مگر دل میں یقین کامل اور ایمان صریح موجود ہو۔ (مکتوبات شیخ الاسلام ج۔۴، ص۷۹)

ہزار میں صرف ایک درجہ ایمان کا ہے تب بھی تکفیر نہیں کی جانی چاہیے

فقہاء کرام بسا اوقات کسی عمل یا قول پر تکفیر کا حکم دیتے ہیں۔ مگر خود ان کی تصریح ہے کہ اگر کسی امر میں فقہاء کا اختلاف ہے۔ بعض اس کو موجب کفر قرار دیتے ہیں اور بعض نہیں قرار دیتے تو تکفیر کا فتویٰ نہیں دینا چاہیے۔ اہل عقائد اور متکلمین نے اس باب میں بہت زیادہ احتیاط سے کام لیا ہے۔

حضرت امام ابوحنیفہؒ اور دوسرے محققین ارشاد فرماتے ہیں کہ اگر کسی کے قول یا فعل میں سو احتمالات ہوں۔ ننانوے کفر کے ہوں اور ایک احتمال ایمان کا ہے تو بھی اس کی تکفیر نہ کرنی چاہیے اور بعض محققین نے تو یہاں تک فرمایا ہے کہ ننانوے کا لفظ حد بندی کے لیے نہیں ہے۔ اگر کسی کے کلام میں ایک ہزار وجہیں ہوں تو جن میں نو سو ننانوے معانی اور احتمالات کفر کے ہوں اور صرف ایک درجہ ایمان کا ہو تب بھی اس کی تکفیر نہیں کرنی چاہیے۔ اس سلسلہ میں بہت زیادہ احتیاط برتنی چاہیے۔

دیکھیے! اسلام لوگوں کو کفر سے نکالنے کے لیے آیا ہے۔ لوگوں کو کافر بنانے کے لیے نہیں آیا ہے۔ اگر کسی سے کوئی ایسی چیز سرزد ہوئی اور اس نے اس سے انکار کیا یا ایسی تاویل کی جو کہ اسلامی عقائد پر دال ہے تو فوراً قبول کرنی چاہیے اس میں رد وقدح نہ کرنی چاہیے۔ اس انکار اور تاویل کو اس کے ارتداد سے توبہ شمار کرنی چاہیے۔ (مکتوبات شیخ الاسلام ج۔۴، ص۸۰)

مجبور ہو کر کلمات کفریہ کہنے کا حکم

کسی فعل یا کلام کا فعل کفر ہونا اور چیز ہے اور کسی شخص کا کافر ہونا اور چیز ہے۔ کبھی انسان سے ناواقفیت یا مجبوری کی وجہ سے کفر کا کلمہ یا کفر کا فعل سرزد ہو جاتا ہے مگر اس کے دل میں حقیقت ایمان موجود ہوتی ہے۔ حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ کو کافروں نے مجبور کر کے کلمات کفریہ کہلوائے۔ حالانکہ ان کا قلب ایمان سے لبریز تھا۔ اس لیے ان کے ایمان میں کوئی فرق نہیں آیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں۔ رُفِعَ عَنْ اُمَّتِیْ اَلْخَطَأُ وَالنِّسْیَانُ وَمَا اسْتُکْرِہَ علیہ (حدیث)

خلاصہ یہ ہے کہ بوجود کمال اور پختگی ایمان کے نادانستگی یا خطا یا نسیان یا جبر و اکراہ کی بنا پر مسلمان سے کفر کے کلمات اور فعل سرزد ہو سکتے ہیں۔ اس لیے بہت زیادہ احتیاط کی ضرورت ہے۔ جب کہ کفر کی حکومت اور چاروں طرف الحاد و زندقہ کا غلبہ ہے۔ بد دینی اور شرکیہ قوتیں لوگوں کو مرتد بنا رہی ہیں۔ مسلمانوں کے پاس سزا دینے اور سرزنش کرنے کی کوئی قوت موجود نہیں ہے اور نہ ان میں کوئی ڈر اور خوف ہے جو چاہیں بک دیتے ہیں اور جو چاہیں کہہ بیٹھتے ہیں۔ ایسے وقت میں مسلمانوں کو سنبھالنا از بس ضروری ہے۔ ان پر سختی کرنے میں خوف ہے کہ کہیں ضد نہ پکڑ لیں اور زیادہ نہ بگڑ جائیں۔ پھر خود بھی برباد ہوں اور اپنے دوستوں اور رشتہ داروں کو بھی برباد کریں۔ اس لیے ضرورت اس بات کی ہے کہ لطائف الحیل اور نرم زبانی سے ان کو متنبہ کیا جائے اور اعمال کفر و شرک سے روکا جائے۔ (مکتوبات شیخ الاسلام ج۔۴، ص ۸۲)

کفر جحود اور شرک صریح کرنے والے کے نکاح اور اولاد کا حکم

اگر کوئی شخص ایسے افعال یا اقوال و عمل میں مبتلا ہے جو کہ کفر جحود اور شرک صریح ہیں، اس میں کوئی تاویل نہیں ہو سکتی، تو یہ یقیناً کافر ہوگا۔ اس کا نکاح ٹوٹ گیا۔ اس سے توبہ کرنی چاہیے اور نکاح کی تجدید ہونی چاہیے۔ اگر وہ توبہ نہ کریں اور اپنے کفر پر قائم رہیں تو میاں بیوی کا تعلق منقطع کر دینا چاہیے۔ اگر عورت علیحدہ نہیں ہوتی مگر اپنے اسلام پر قائم رہی تو اولاد حلالی نہ ہوگی اور اگر وہ بھی خاوند کی طرح کافر ہوگئی، تو کافروں کی اولاد کی طرح ہوگی اور اگر یہ شرک شرک صریح نہیں ہے اور نہ

کفر کفر جحود ہے تو ایسا شخص فاسق تو ضرور ہوگا، اس کو توبہ کرانی چاہیے اس صورت میں نکاح نہ ٹوٹے گا اور نہ تجدید کی ضرورت ہوگی۔ (مکتوبات شیخ الاسلام ج۔۴، ص ۸۲)

ماں باپ ولد الزنا ہوں تو اولاد کا کیا حکم ہوگا؟

اگر میاں بیوی میں عقد نکاح شرعی ہو چکا ہے اور وہ قائم ہے تو اولاد حلالی ہوگی۔ خواہ ماں یا باپ یا دونوں اولاد زنا میں سے ہوں، جو نطفہ ایام حیض یا نفاس میں قرار پایا ہے وہ بھی حلالی ہے۔ البتہ ماں باپ کا یہ فعل ناجائز تھا اور اگر عورت مجبور کی گئی تھی تو وہ گنہگار نہیں ہوگی۔ (مکتوبات شیخ الاسلام ج۔۴، ص ۸۳)

نماز جنازہ ہر نیک و بد پر پڑھی جائے گی

ایسا مسلمان جو کفر جحود و شرک صریح کا مرتکب نہ ہو۔ اس پر نماز جنازہ پڑھی جائے گی اگر چہ وہ زنا، شراب، سرقہ، کذب، وغیرہ کا مرتکب ہی نہیں بلکہ اس پر مصر بھی ہے۔ اگر تمام مسلمانوں نے اس پر نماز جنازہ نہ پڑھی اور بغیر نماز جنازہ پڑھے دفن کر دیا تو سب گنہگار ہوں گے کیونکہ نماز جنازہ فرض کفایہ ہے۔ حضور علیہ السلام کا ارشاد ہے صَلُّوْا عَلٰی كُلِّ بِرٍّ وَّفَاسِقٍ، ہاں اگر کوئی شخص مقتدا ہے اور اس کی ترک نماز سے لوگوں کو عبرت ہوتی ہو تو احتراز کرنا چاہیے۔ (مکتوبات شیخ الاسلام ج۔۴، ص ۸۳)

وفیات

① (چکوال) حافظ تفسیر عباس آف بھلہ کی والدہ محترمہ بھلہ میں ② قاری محمد خلیل کے ماموں قاری محمد اسلم تھر پال میں ③ حاجی منظور حسین صاحب منوال میں۔ ④ حضرت مولانا غلام حسین صاحب مدظلہ ناظم جامعہ مظہریہ حسینیہ جہان سومرو (سندھ) کی چچی صاحبہ قضائے الٰہی سے وفات پا گئی ہیں۔

اللہ تعالیٰ جملہ مرحومین کی مغفرت فرما کر آخرت کے بلند درجات عطا فرمائے اور ان کے پسماندگان کو صبرِ جمیل کی توفیق عطا فرمائے۔ قارئین حق چار یارؓ سے بھی دعاء کی درخواست ہے۔ (ادارہ)

احقاقِ حق قسط:۶

مشاجراتِ صحابہ رضی اللہ عنہم اور اہل السنۃ والجماعۃ کا مسلکِ اعتدال

مولانا مجیب الرحمٰن مدظلہم [ڈیرہ اسماعیل خان]

(۱)......امام محمد بن عمر حمیری شافعی (متوفی ۹۳۰ھ) فرماتے ہیں:

اجمع الخلف من التابعين وجمهور السلف على أن عليا رضي الله عنه كان مجتهدًا مصيبًا، فله أجران ---- ومخالفيه يومئذ كانوا مجتهدين مخطئين، فلهم أجر واحد. [الحسام المسلول على منتقصي أصحاب الرسول:۱۱۵]

اَخلاف تابعین اور جمہور اسلاف کا اِس بات پر اجماع ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ مجتہد مصیب تھے تو اُن کے لیے دو اجر ہیں، اور اُن کے مخالفین خطاء کرنے والے مجتہدین تھے تو اُن کے لیے ایک اجر ہے۔

(۲)......امام یحییٰ بن ہبیرہ بن محمد ذہلی شیبانی (متوفی ۵۶۰ھ) فرماتے ہیں:

وكان علي رضي الله عنه مجتهدًا مصيبًا، فله أجران، وكان الآخرون مجتهدين غير مصيبين، فلهم أجر واحد. [الافصاح عن معاني الصحاح ۱/۳۱۴]

حضرت علی رضی اللہ عنہ مجتہد مصیب تھے تو اُن کے لیے دوگنا اجر ہے اور دوسرے حضرات مجتہد مخطیء تھے تو اُن کے لیے ایک گنا اجر ہے۔

(۳)......علامہ حافظ ابن احمد بن علی الحکمی (متوفی ۱۳۷۷ھ) فرماتے ہیں:

واعتقاد أن الكل منهم مجتهد، إن أصاب فله أجران: أجر على اجتهاده، وأجر على اصابته، وإن أخطأ فله أجر الاجتهاد، والخطأ مغفور. [معارج القبول بشرح سلم الوصول:۳/۱۲۰۸]

اہل سنت کا یہ عقیدہ ہے کہ اُن میں سے ہر صحابی مجتہد ہے، اگر درست رائے کو پہنچا اُس کے لیے دوگنا اجر ہے ایک اجتہاد کا اور ایک درستگی کا اجر، اور اگر خطاء کی تو اُس کے لیے اجتہاد کا اجر ہے، اور خطاء معاف ہے۔

دوسری جگہ فرماتے ہیں:

لأنهم كلهم عدول، مَن خالط الفتن ومَن اعتزلها؛ لأنهم فيها بين مجتهد مصيب

فله أجران أو مخطیء فله أجر. [دلیل الفالحین لطرق ریاض الصالحین: ۳۱۳/۴] سب صحابہ عادل ہیں جنہوں نے جنگوں میں حصہ لیا وہ بھی اور جو الگ تھلگ رہے وہ بھی، کیوں کہ وہ دو قسم کے ہیں: یا مجتہد مصیب ہیں تو ایسے کے لیے دوگنا اجر ہے۔ یا مجتہد مخطیء ہیں تو ایسے کے لیے ایک گنا اجر ہے۔

(۴)......علامہ محمد الخضر بن سید عبداللہ جکنی شنقیطی (متوفی ۱۳۵۴ھ) رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

ان علیًا هو المصیب، فله أجران، وان معاویة ومن معهم هم المخطئون فلهم أجر واحد. [کوثر المعانی الدراری فی کشف خبایا صحیح البخاری: ۴۰/۱]

حضرت علی رضی اللہ عنہ ہی درست رائے پر تھے۔ اس لیے اُن کو دوگنا اجر ملے گا اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور اُن کے ساتھی ہی خطاء کرنے والے تھے تو اُن کے لیے ایک گنا اجر ہوگا۔

(۵)......امام محمد بن یوسف بن علی کرمانی (متوفی ۷۸۶ھ) رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

أما إذا اجتهد وظن الصلاح فیه فهما ماجوران مثابان، من أصاب فله أجران، ومن أخطأ فله أجر. وماوقع بین الصحابة رضی الله تعالی عنهم هو من هذا القسم. [الکواکب الدراری فی شرح صحیح البخاری: ۱۴۳/۱]

جب مجتہد اجتہاد کرے اور اُس رائے میں صلاح (درستگی) سمجھے تو ایسے قاتل ومقتول مجتہدین کو اجر وثواب ملے گا، تو جو مجتہد مصیب ہوگا اس کے لیے دوگنا اجر ہوگا اور جو مخطیء ہوگا اُس کے لیے ایک گنا اجر ہوگا۔ جو صحابہ رضی اللہ عنہم کے درمیان واقعات ہوئے وہ اِسی قسم کے ہیں۔ (اجتہادی ہیں جن میں اُن کو اجر ملا، مصیب کو دوگنا اور مخطیء کو ایک گنا)

(۶)......بعینہ یہی عبارت علامہ بدرالدین عینی رحمہ اللہ (متوفی ۸۵۵ھ) کی ہے۔ [عمدۃ القاری: ۲۱۲/۱]

(۷)......علامہ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ (متوفی ۸۵۲ھ) فرماتے ہیں:

المجتهد معفو عنه فیما أخطأ فیه إذا بذل فیه وسعه، وله مع ذلك أجر، فإن أصاب فله أجران. والحق أن علیًا کان مصیبا فی حروبه فله فی کل ما اجتهد فیه من ذلك أجران. [فتح الباری: ۳۰۹/۱۲، باب ماجاء فی المتأولین]

مجتہد جب خطاء کرے تو جب اجتہاد میں اپنی پوری طاقت لگائی ہو اس کی خطاء معاف ہوتی ہے، اور اس کے ساتھ اس کے لیے ایک گنا اجر ہوتا ہے، حق یہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ ان سب جنگوں میں مصیب ہیں، تو اس بارے میں جو جو انہوں اجتہاد کیا اُن کے لیے دوگنا اجر ہے۔ (یعنی مخالفین مجتہدین

کے لیے ایک گنا اجر ہے۔)

(۸)......امام ابن الملقن عمر بن علی بن احمد شافعی مصری (متوفی ۸۰۴ھ) رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

والحق الذی علیہ أھل السنة الإمساك عن ماشجر بین الصحابة وحسن الظن بھم والتاویل لھم، وانھم مجتھدون متاولون لم یقصدوا معصیة ولا محض الدنیا، فمنھم المخطیء فی اجتھادہ والمصیب، وقد رفع اللہ الحرج عن المجتھد المخطیء فی الفروع، وضعف اجر المصیب، وتوقف الطبری وغیرہ فی تعیین المحق منھم وصرح الجمھور بہ (أن علیًا ھو المصیب) إذ کان افضل من کان علی وجہ الدنیا حینئذ.

[التوضیح لشرح الجامع الصحیح البخاری: ۳/۲۱]

اور حق بات جس پر اہل سنت ہیں صحابہ رضی اللہ عنہم میں ہونے والی لڑائیوں سے متعلق بحث نہ کرنا ہے، اور اُن سے اچھا گمان رکھنا اور اُن کو تاویل کرنے والا سمجھنا ہے اور یہ کہ وہ متاول مجتہد تھے نہ ان کا ارادہ گناہ کا تھا نہ محض دنیا کا تھا۔ پھر اُن میں سے کوئی اپنے اجتہاد میں خطاء کرنے والا ہے اور کوئی مصیب ہے، اور اللہ تعالیٰ نے فروع میں مجتہد مخطیء سے گناہ اٹھایا ہوا ہے اور مصیب کا اجر دگنا کیا ہے۔ اور طبری وغیرہ نے مصیب میں توقف کیا ہے (کہ کون ہے؟) اور جمہور نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو درست رائے والا کہا ہے کیوں کہ اُس وقت روئے زمین پر وہی افضل انسان تھے۔

(۹)......الشیخ عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز رحمہ اللہ (متوفی ۱۴۲۰ھ) فرماتے ہیں:

ویمسکون عما شجر بین الصحابة، ویعتقدون انھم فی ذلك مجتھدون، من اصاب فلہ أجران، ومن أخطأ فلہ أجر. [العقیدة الصحیحة ومایضادھا ونواقض الإسلام: ۲۰]

اہل سنت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے درمیان ہونے والے اختلافات میں بحث نہیں کرتے اور عقیدہ رکھتے ہیں کہ وہ حضرات اس بارے میں مجتہد تھے، جو مصیب ہے اُس کے لیے دوگنا اجر ہے اور جو مخطی ہے اُس کے لیے ایک گنا اجر ہے۔

(۱۰)......الشیخ محمد بن صالح بن محمد العثیمین رحمہ اللہ (متوفی ۱۴۲۱ھ) فرماتے ہیں:

وھؤلاء بین مجتھد مصیب ومجتھد مخطیء، فالمصیب لہ أجران، والمخطیء لہ أجر واحد. فإن قال قائل: أیھما أقرب إلی الصواب؟ وأیھما

أحق بالخلافة؟ فالجواب :أن الأقرب إلى الصواب والأحق بالخلافة عليؓ بن ابی طالب رضی الله عنه، ولاشك فی هٰذا. ودليل ذلك قول النبیﷺ فی عمارؓ بن یاسر :أنه تقتله الفئة الباغية، يعنى الخارجة على الإمام، والذى قتل عمارا من أصحاب معاويةؓ، وعلى هٰذا يكون عليؓ بن أبى طالب أقرب إلى الصواب من معاوية، ويكون جيش معاوية هو الفئة الباغية.[شرح العقيدة السفارينية:٦٣٥]

ان صحابہ میں کوئی مجتہد مصیب تھا اور کوئی مجتہد مخطیء تھا، مصیب کے لیے دوگنا اور مخطیء کے لیے ایک گنا اجر ہے، اگر کوئی پوچھے کہ صواب کے زیادہ قریب اور خلافت کا زیادہ حقدار دو میں سے کون تھا؟ تو جواب یہ ہے کہ صواب کے زیادہ قریب اور خلافت کے زیادہ حقدار حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ تھے۔اوراس میں کچھ شک نہیں۔ اس کی دلیل حضور ﷺ کا عمار رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ فرمان ہے کہ اس کو باغی جماعت قتل کرے گی،یعنی جو امام کے مقابلہ میں نکلے گی،اور جس نے قتل کیا وہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھیوں میں سے تھا، اس کے مطابق حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے مقابلہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ صواب کے زیادہ قریب تھے اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی جماعت وہی (صورۃً) باغی جماعت تھی،لیکن اس کے باوجود ہم پر لازم ہے کہ ہم کسی صحابی سے کینہ اور بغض دل میں نہ رکھیں اور جو خطاء ہوئی اس کو اس پر محمول کریں کہ وہ اجتہادی تھی اور اللہ تعالیٰ اُس کو بخش دے گا۔

اس بارے میں اور بھی بکثرت عبارات پیش کی جاسکتی ہیں،فی الحال یہی کافی معلوم ہوتی ہیں،ان عبارات سے یہ غلط فہمی دور ہو جانی چاہیے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین میں سے کسی کی طرف خطائے اجتہادی کی نسبت کرنا ان کی توہین، گستاخی یا بے ادبی ہے۔ کیونکہ احادیث طیبہ، آثار صحابہ اور اسلاف امت کی تصریحات سے روزِ روشن کی طرح واضح ہو چکا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مقابل حضرات کی طرف اجتہادی خطا کی نسبت کرنا اُن کی تنقیص و بے ادبی نہیں ہے۔ بلکہ یہ چودہ سو سالہ اہل سنت کا معتدل مسلک وموقف ہے کہ اجتہادی غلطی تسلیم کرتے ہوئے بھی اُن صحابہ رضی اللہ عنہم کو ماجور مانتے ہیں۔ ہاں! یہ ضرور ہے کہ ان کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے برابر ماجور نہیں مانتے۔

کیا دونوں جماعتوں میں سے کوئی بھی خطاء پر نہیں ہے؟

عرفان الحق صاحب کہتے ہیں :

"صفین کے موقع پر جیسے سیدنا علی وسیدنا معاویہ رضی اللہ عنہما دونوں مخلص تھے، کسی کا کوئی ذاتی مفاد نہ تھا، دونوں بزرگ اللہ کی رضا کے لیے اپنا اپنا ایک نظریہ رکھتے تھے، دونوں میں سے کوئی بھی غلط یا مخطی نہیں تھا، بعینہ اہل بیت رسول عفیفہ کائنات ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے مابین واقعہ جمل کا پس منظر بھی یہی تھا کہ دونوں ہستیوں کا اختلاف قصاصِ عثمان پر تھا اور کسی کا کوئی ذاتی عناد یا مفاد نہ تھا، اور یہ دونوں ماں بیٹا (سیدہ عائشہؓ وسیدنا علیؓ) بھی مبنی برحق موقف رکھتے تھے۔" [نقیب ختم نبوت، اپریل ۲۰۱۷ء، ص: ۲۷]

جواب: عرفان صاحب حق اور باطل کو خلط ملط کرنے اور اور سچ اور جھوٹ کو گڈمڈ کرنے میں ان کاہنوں کی طرح لگتے ہیں جو ایک سچ کے ساتھ سو جھوٹ ملا کر لوگوں کے عقائد برباد کرنے کی تگ و دو کرتے رہتے تھے۔ عرفان صاحب کی اس تحریر کے اکثر پہلو ایک دو سچ کے ساتھ پانچ سات جھوٹ کو اپنے اندر سموئے ہوئے ہیں۔ چنانچہ عرفان صاحب کی مذکورہ بالا عبارت میں سے بھی اتنی بات تو بالکل حق، سچ اور درست ہے کہ: صحابہ کرام کی باہمی دونوں جنگوں میں دونوں فریق مخلص تھے، کسی کا ذاتی مفاد نہ تھا، نہ عناد تھا، اللہ تعالیٰ کی رضا کے طالب تھے۔ لیکن اس سچ کے ساتھ انہوں نے جو جھوٹ، اور حق کے ساتھ جو باطل شامل کیا وہ یہ ہے کہ: دونوں میں سے کوئی بھی مخطیء نہ تھا۔

ہم قدرے تفصیل سے احادیث طیبہ، آثار صحابہ اور اکابر امت کی تصریحات درج کر چکے ہیں۔ ان مذکورہ بالا عبارات کے علاوہ بھی اسلاف اہل سنت کی عبارات موجود ہیں، (جو ہم طوالت کے خوف سے درج نہیں کر سکے) کہ دونوں میں سے ایک فریق مخطیء تھا، اور چوں کہ دونوں مجتہد تھے اور کسی مسئلہ میں دو مجتہد حضرات میں رائے کا اختلاف ہو تو جمہور فقہاء کہتے ہیں کہ دو میں سے ایک مصیب اور دوسرا مخطیء ہوگا، اگر نصوص سے ایک کی خطاء یا صواب متعین نہ ہو تو پھر تعیین کرنے والا اپنی درست فہم سے کسی ایک کے صواب اور دوسرے کی خطاء کا قائل ہو سکتا ہے، مگر جس کے صواب کا قائل ہے اُس کی خطاء کا احتمال ہے اور جس کی خطاء کا قائل ہو اُس کے صواب کا احتمال ہے، ایسے معاملہ میں قطعی فیصلہ آخرت میں ہوگا۔ مگر چوں کہ وہاں بھی مجتہد مخطیء پر گرفت نہیں ہوگی اس لیے شاید بندوں کے سامنے مجتہد مخطیء کی خطاء وہاں بھی ظاہر نہ ہو۔ واللہ اعلم

لیکن جس مجتہد کی خطاء نصوص سے معلوم ہو رہی ہو اُن نصوص کو سامنے رکھ کر خطاء کا فیصلہ علماء مجتہدین وراسخین دے سکتے ہیں، جیسا کہ سابقہ صفحات میں اسلاف کی تصریحات اور ائمہ فقہاء کا نظریہ بیان ہوا اور مختلف واضح اور صریح عبارات سے اس پر اہل سنت کا اجماع نقل ہو گیا کہ حضرت علی رضی اللہ

عنہ کے مقابل حضرات سے اجتہاد میں خطاء ہوئی ہے، اس پر احادیث نبوی اور آثار صحابہ رضی اللہ عنہم بھی دلیل ہیں۔ پھر عرفان الحق صاحب کے اس فرمان ''دونوں میں سے کوئی بھی مخطی ء نہ تھا۔'' کو غلط اور باطل کے علاوہ کیا نام دیا جاسکتا ہے؟

اکابر اہل سنت جو تمام صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا ادب واحترام پوری طرح ملحوظ خاطر رکھتے ہیں۔ اور کسی بھی صحابی کی شان میں ادنیٰ بے ادبی یا ان کی تنقیص کو قطعاً برداشت نہیں کرتے ان کے برخلاف خوارج ونواصب اور روافض صحابہ کرام کی شان میں گستاخی کے مرتکب ہوتے ہیں۔ چنانچہ خارجی وناصبی حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف خطائے عنادی (غیر اجتہادی) کی نسبت کرتے ہیں، اور رافضی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف۔ خارجیوں اور ناصبیوں کے نزدیک حضرت علی رضی اللہ عنہ معاذ اللہ فسق یا کفر کے مرتکب ہوئے، اور رافضیوں کے نزدیک حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ معاذ اللہ کفر کے مرتکب ہوئے۔

جبکہ اہل سنت کے نزدیک نہ کوئی کافر ہوا نہ فاسق ہوا، بلکہ اجتہادی خطاء کرنے والے بھی ماجور ہوئے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ اور اُن کی جماعت کو بھی اجر ملا اور ان کے مخالفین کو بھی، بس اتنا فرق ہے کہ کسی کو ایک گنا اجر ملا اور کسی کو دوگنا اجر ملا۔ یہی مسلک اعتدال ہے اور یہی درست راہ ہے۔

عرفان الحق صاحب کی دو متضاد باتیں:

گذشتہ سطور میں ہم نے عرفان الحق صاحب کا یہ 'ارشاد' نقل کیا کہ: ''دونوں میں سے کوئی ایک بھی مخطی ء نہ تھا۔'' لیکن اپنی اسی تحریر میں اِس عبارت سے پہلے وہ خود لکھ چکے ہیں کہ:

> ''صحابہ کرام رضوان اللہ تعالی علیہم اجمعین کے مابین آنے والے اجتہادی امور میں کسی کے مصیب ہونے یا مخطی ء ہونے کو یقین کے ساتھ بیان کرنا انتہائی نامناسب اور خلاف شرع ہے۔ درست ہے کہ ہر دو فریقین میں سے ایک مصیب اور دوسرا مخطی ء ہوتا ہے مگر کون مصیب اور کون مخطی ء ہے؟ یہ بات صرف اللہ تعالی ہی جانتا ہے۔'' الخ [حوالہ مذکورہ بالا، ص: ۲۵]

یہاں عرفان الحق صاحب پر ''دروغ گو را حافظہ نباشد'' والی مثال صادق آرہی ہے۔ ایک طرف تو بڑے دھڑلے سے لکھ رہے ہیں کہ ''کوئی ایک بھی مخطی ء نہیں ہے۔'' اور دوسری طرف کہہ رہے ہیں کہ: ''ہر دو میں ایک مصیب اور دوسرا مخطی ء ہوتا ہے۔'' حالانکہ ان دونوں باتوں میں کھلا تضاد ہے۔ نجانے عرفان صاحب اب کون سا پینترا بدلیں گے اور اپنی دو متضاد باتوں میں سے کسے درست اور کسے

غلط قرار دیں گے، لیکن ہم اپنے قارئین پر واضح کر دینا اپنی ذمہ داری سمجھتے ہیں کہ عرفان صاحب کی دونوں باتوں میں سے پہلی بات درست ہے، یعنی ''فریقین میں ایک مصیب اور دوسرا مخطی ء ہوتا ہے''۔ جیسا کہ نبی کریم ﷺ کے ارشادات اور آثار صحابہ رضی اللہ عنہم سے یہ بات نصف النہار کے سورج کی طرح واضح ہو چکی ہے۔ اور ''ان ھو الا وحی یوحیٰ'' کے قرآنی فیصلہ کے مطابق نبی کریم ﷺ جو بھی ارشاد فرماتے ہیں، اللہ تعالیٰ کے فرمان کے مطابق ہی فرماتے ہیں، گویا آپ ﷺ کا فیصلہ اللہ تعالیٰ کا فیصلہ ہے۔ اور یہ بات یقینی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات علام الغیوب ہے، وہ مصیب و مخطی ء دونوں کو جانتے ہیں، لہٰذا اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کے فرامین کے ذریعے مصیب اور مخطی ء کی نشان دہی فرما کر بعد والوں کی راہ نمائی فرما دی ہے۔ اور اسی نشان دہی کے مطابق صحابہ رضی اللہ عنہم کے آثار ہیں، اور ائمہ مجتہدین کا متفقہ فیصلہ بھی متعدد ٹھوس حوالہ جات کے ساتھ نقل کیا جا چکا ہے۔ اور یقیناً اکابر امت علم و تقویٰ دونوں چیزوں میں ہم سے ہزار ہا درجے فائق ہیں، اور قرآن و سنت و آثار صحابہ کو ہم سے زیادہ جانتے ہیں، اس لیے ہم نے انہی کے ارشادات کو بطورِ دلیل پیش کیا ہے۔ اَب عرفان الحق صاحب یا قاضی طاہر علی ہاشمی صاحب اگر چودھویں صدی کے کسی صاحب کو چودہ سو سالہ اسلاف سے زیادہ علم و تقویٰ والا مانتے ہوں اور اُن صاحب کے مقابلے میں چودہ سو سالہ اَسلاف کو کم علم، ناانصاف اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا ناقد قرار دیتے ہوں اور اسلاف امت میں سے کسی کی بات کو خاطر میں لانے کے لیے تیار نہ ہوں تو ظاہر بات ہے ایسی ہٹ دھرمی کی صورتِ حال میں ہم اُن کے لیے ہدایت کی دعا کے علاوہ اور کیا کر سکتے ہیں؟

مولانا قاضی مظہر حسین رحمہ اللہ پر چوٹ:

عرفان الحق صاحب نے چاند کے منہ پر تھوکنے کا شوق پورا کرنے کی بھی کوشش کی ہے، چنانچہ لکھتے ہیں:

> ''خود ساختہ ثالثوں کو چاہیے کہ وہ اہل سنت والجماعت کا مارکہ استعمال کرتے ہوئے مشاجرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے متعلقہ معاملات میں ''قاضی'' مت بنیں بلکہ حقیقی طور پر اپنی توانائیاں خدمت دین اور مذہب اہل سنت والجماعت کے تحفظ و تبلیغ اور ترویج و اشاعت کے لیے صرف کریں۔'' (صفحہ ۲۷)

جواب: یہ عبارت بتاتی ہے کہ عرفان الحق صاحب ''قاضی'' پر تعریض کر رہے ہیں۔ جیسا کہ طاہر علی ہاشمی صاحب اپنی تحریرات میں کرتے رہتے ہیں۔ کون قاضی؟ یعنی شیخ العرب و العجم حضرت مدنی رحمہ اللہ

کے تلمیذ و خلیفہ قائد اہل سنت وکیل صحابہ حضرت مولانا قاضی مظہر حسین رحمہ اللہ۔ چہ پدی چہ پدی کا شوربہ!

عرفان صاحب! خاطر جمع رکھیں! حضرت قائد اہل سنت رحمہ اللہ نے چودہ سو سالہ اسلاف امت کے مضبوط حوالہ جات کے ساتھ اہل سنت کے اجماعی موقف پر دلائل پیش کیے ہیں اور اہل سنت کے موقف کو مبرہن و مدلل کر کے انہوں نے آپ اور قاضی طاہر صاحب جیسے حب معاویہؓ کے نام پر بغض علیؓ اور اسلاف دشمنی پھیلانے والوں کے سامنے سد سکندری قائم کردی ہے۔ اِس پر ہم سب اُن کے احسان مند ہیں۔ آپ اور قاضی طاہر علی ہاشمی صاحب جیسے بیسیوں اور سینکڑوں بھی مل جائیں تو اُن دلائل کے سامنے نہیں ٹھہر سکتے، اِس لیے اپنی خفت و شرمندگی مٹانے کے لیے حواس باختہ ہو کر اُن کو ''خود ساختہ ثالث'' قرار دے کر آپ اپنے دِل کی بھڑاس تو نکال سکتے ہیں، لیکن علم و تحقیق کے میدان میں اپنی شکست اور بے چارگی نہیں چھپا سکتے۔

ہر شخص جانتا ہے کہ منصف مزاج محقق کی نشانی یہ ہوتی ہے کہ وہ اول قرآن وسنت واجماع وغیرہ کو دیکھتا ہے پھر اس کے مطابق اپنا نظریہ وعقیدہ بناتا ہے۔ جبکہ بدعتی پہلے نظریہ وعقیدہ گھڑتا ہے، پھر تحریف یا غلط فہمی سے اُس پر قرآن سنت سے خود ساختہ دلائل فٹ کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ عرفان صاحب اور قاضی طاہر علی صاحب دیکھیں کہ اُن کا شمار کس میں ہو رہا ہے؟

اگر عرفان صاحب واقعۃً صراطِ مستقیم پر چلنا چاہتے ہیں تو یقین مانیے کہ چودہ سو سالہ اسلاف امت کو چھوڑ کر کوئی بھی نئی سڑک قطعاً صراطِ مستقیم نہیں ہو سکتی۔ ہر نظریے اور موقف کے لیے معیار اور کسوٹی یہی تعامل امت ہے۔ لہٰذا صراطِ مستقیم کے طالب کو اُسی پرانی سڑک پر چلنا پڑے گا جس پر اکابر امت چلتے چلے آئے ہیں۔ اللھم اھدنا الصراط المستقیم

کیا مولانا قاضی مظہر حسین رحمہ اللہ کا قلم دفاع صحابہ کے لیے استعمال نہیں ہوا؟

مولانا قاضی مظہر حسین رحمہ اللہ پر مزید تنقید کرتے ہوئے عرفان صاحب لکھتے ہیں:

''جو قلم وقرطاس خلیفہ راشد امیر المؤمنین سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کو خطاء اجتہادی ثابت کرنے اور ان کے خلاف ایسے بے بنیاد ولغو پروپیگنڈہ کا تدارک کرنے والے حضرات کو ناصبی رخارجی ریزیدی قرار دینے پر استعمال کیا جاتا ہے، اُسے فروغ عظمتِ صحابہ ورد قدح صحابہ کے نصب العین کے لیے استعمال کیا جائے۔'' [صفحہ ۲۷]

ہم عرفان صاحب کو ایک مرتبہ پھر خاطر جمع رکھنے کا مشورہ دینے پر مجبور ہیں، کیونکہ دفاع صحابہ

اور فروغِ عظمتِ صحابہ کی خاطر جتنی کاوشیں اور کوششیں حضرت قاضی مظہر حسین رحمہ اللہ کی ہیں، اتنی اُن کی نہیں جن کی بولی عرفان الحق صاحب بول رہے ہیں۔ رفض اور مودودیت کے رد میں حضرت قاضی مظہر حسین رحمہ اللہ کی تحریرات سے کون ناواقف ہے؟ حضرت قاضی مظہر حسین رحمہ اللہ کی کتاب ''دفاع حضرت معاویہ'' کیا عرفان صاحب اور قاضی طاہر علی ہاشمی صاحب سے مخفی ہے؟

بلکہ یہاں تو ''الٹا چور کوتوال کو ڈانٹے'' والی صورتِ حال ہے۔ عرفان الحق صاحب جیسے کئی نام نہاد ''وکیل صحابہ'' محمود احمد عباسی کے نقش قدم پر چل پڑے ہیں، عرفان صاحب کا زیر بحث مضمون شائع کرنے والا رسالہ ''نقیب ختم نبوت'' بھی اس سلسلہ میں پیش پیش ہے، انہی کے کئی بزرگ اپنی تحریروں اور تقریروں میں سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی آڑ میں یزید کے فضائل و مناقب بیان کرتے نہیں تھکتے تھے، ''امیر المؤمنین یزید: زندہ باد'' کے نعرے بھی لگوائے گئے۔ حبِ صحابہ کا ڈھنڈورا پیٹنے والے لوگ، صحابی رسول حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور صحابی رسول حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کے مقابلے میں ایک ظالم اور فاسق شخص کی تعریفیں کرتے نہیں تھکتے۔ بے چارگی، اخلاقی پستی اور بزدلی کی انتہاء یہ ہے کہ یزید کے فضائل بیان کرنے کے لیے بھی ''مجلس ذکر حسین'' کے نام سے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے نام کا سہارا لینا پڑتا ہے۔ ظاہر بات ہے کہ جب بعض صحابہ کی محبت کے نام پر بعض دیگر صحابہ سے بغض و نفرت پھیلائی جائے، ذکر حسین کے نام پر فضائل یزید کی مجالس قائم کی جائیں، یزید کی حمایت میں لکھی گئی کتابیں ان کے اسٹالوں پر فروخت ہوں اور حامیان یزید کو یہ سر پر اُٹھا کر رکھیں تو حضرت قاضی مظہر حسین رحمہ اللہ انہیں ''یزیدی'' نہ کہیں تو کیا کہیں!؟

ویسے بھی ہم لوگ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی نسبت سے ''حسینی'' کہلاتے ہیں، کوئی ہمیں حسینی کہے تو خوشی ہوتی ہے۔ قاضی طاہر علی صاحب اور عرفان صاحب وغیرہ اگر یزید کو ''امیر المؤمنین'' سمجھتے ہیں تو انہیں ''یزیدی'' کہنے سے غصہ کیوں آتا ہے؟

اور ناصبی کہنے کی وجہ یہ ہے کہ یزید خود ناصبی ہے، (جیسا کہ ابھی ہم عرض کریں گے) لہٰذا اُس کی محبت کا دم بھرنے والوں کو محبوب والا خطاب ملنا چاہیے۔ اس میں برہم ہونے والی کون سی بات ہے؟

یزید ناصبی تھا:

امام ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

یزید بن معاویة کان ناصبیًا فظًا غلیظًا جلفًا، یتناول المسکر، و یفعل المنکر،

افتتح دولته بقتل الشهيد الحسين رضي الله عنه، واختتمها بوقعة الحرة، فمقته الناس، ولم يبارك في عمره، وخرج عليه غير واحد بعد الحسين رضي الله عنه كاهل المدينة لله.[الروض الباسم فی الذب عن سنة أبي القاسم:۳۸۸/۲۔ بحوالہ سیر اعلاء النبلاء]

یزید بن معاویہ ناصبی تھا، سخت مزاج، تنگ دل، اُجڈ تھا، نشہ کے مشروب استعمال کرتا اور برے فعل کرتا تھا، اپنی حکومت کی ابتداء امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت سے کی اور اختتام واقعہ حرہ سے کیا، تو لوگ اُس سے متنفر ہوئے اور اُس کی عمر میں برکت نہ ہوئی، اور امام حسین رضی اللہ عنہ کے بعد کئی حضرات نے اُس کے خلاف اللہ کی رضا کے لیے خروج کیا جیسے مدینہ طیبہ والے وغیرہ، دیکھیے سیر اعلام النبلاء :۳۵/۴ طبع موسسة الرسالة طبع ۱۴۰۵ھ

مندرجہ بالا عبارت سے ثابت ہوا کہ یزید ناصبی ہے، تو اس ناصبی کی محبت کا دم بھرنے والے، اس کی صفائیاں پیش کرنے والے اور اس پر تنقید کرنے والوں کو کوسنے والے کون ہوئے؟ ظاہر ہے کہ یزید سے محبت کی بڑی وجہ مرضِ ناصبیت میں شرکت ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ حالات کی عدم موافقت کی بنا پر اپنے خیالات کا کامل طور پر اظہار نہ کرسکیں۔

راہ اعتدال کیا ہے؟

عرفان الحق صاحب لکھتے ہیں:

''جب راہ اعتدال سے ہٹ کر مشاجرات صحابہ پر رائے زنی کی جاتی ہے تو دشمنانِ صحابہ کو بھی توہین صحابہ کے مواقع ملتے ہیں، اور دشمنان صحابہ یعنی شیعہ ررافضی رناصبی (سیدنا علی وحسنین رضی اللہ عنہما وغیرہ کی توہین کا مرتکب طبقہ) اور خارجی ان سے فائدہ اٹھا کر صحابہ رضی اللہ عنہم پر تبرا کرتے ہیں، اور بطور دلیل اِنہی نام نہاد سنیوں کے حوالے پیش کرتے ہیں جنہوں نے صفین وجمل کے پس منظر میں حضرت عائشہ یا سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہما پر اعتراض کیے ہوں، روافض، خوارج اور نواصب کے برعکس صرف اہل سنت والجماعت زاد اللہ شرفہ ہی تمام صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے محبت ومودت کو ایمان مانتے ہیں اور کسی بھی صحابی رضی اللہ عنہ پر معترض نہیں ہوتے، یہ مسلک اہل سنت بھی ہے اور راہِ اعتدال بھی۔[ص:۴۷]

جواب: عرفان الحق صاحب جس موقف کو بزور اہل سنت کا مسلک ثابت کرنا چاہ رہے ہیں، اُس کے لیے کوئی ایک بھی ٹھوس دلیل قائم نہیں کرسکے، نجانے اہل سنت جو اپنے مسلک پر دلائل و براہین کے انبار رکھتے ہیں، اُن کا یہ کیسا مسلک ہے جس کی کوئی دلیل ہی نہیں؟ درحقیقت یہ عرفان الحق صاحب کا پسندیدہ مسلک ہے جسے وہ سینہ زوری سے ''اہل سنت کا مسلک'' باور کرانا چاہتے ہیں، لیکن ایسا خیال

است ومحال است وجنوں

ہم باحوالہ ذکر کر آئے ہیں چودہ سو سالہ اہل السنۃ والجماعۃ کا اجماع ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ درست رائے پر تھے اور مقابلین صحابہ سے خطاء اجتہادی ہوئی۔ اس کے برعکس عرفان صاحب کے نزدیک دونوں میں سے کسی سے کسی بھی قسم کی خطاء نہیں ہوئی۔ اس کے باوجود وہ بضد ہیں کہ انہی کے بیان کردہ موقف کو اہل سنت کا مسلک تسلیم کیا جائے۔ حالانکہ ان کے اختیار کردہ قول کو شاذ قرار دیا گیا ہے۔ اور ہر ذی شعور جانتا ہے کہ جمہور کے مقابلہ میں شاذ قول راہِ اعتدال نہیں ہوسکتا، نہ ہی شاذ اقوال پر مسلک قائم ہوتا ہے۔ نبی کریم ﷺ کی احادیث طیبہ میں جمہور اور اجماع امت کے ساتھ چلنے کی تاکید کی گئی ہے۔

حضور ﷺ کی تاکید: جمہور مسلمانوں کے ساتھ ہوں:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

ما كان الله ليجمع هٰذه الأمة على الضلالة أبدا، ويد الله على الجماعة هٰكذا، فعليكم بالسواد الأعظم. [السنة لابن ابی عاصم، ح:۸۰] اللہ تعالی ایسا نہیں کریں گے کہ اس امت کو کبھی گمراہی پر جمع کردیں، اور اللہ تعالی کی مدد جماعت پر ہے، تو تم پر بڑی جماعت (جمہور) کی اتباع لازم ہے۔

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

إن الشيطان ذئب الإنسان كذئب الغنم يأخذ الشاة القاصية والناحية، فإياكم والشعاب، وعليكم بالجماعة والعامة والمسجد. [مسند احمد، ح ۲۲۰۲۹] شیطان انسان کے لیے بھیڑیا ہے جیسے بکریوں کا بھیڑیا ہوتا ہے، بھیڑیا الگ ایک طرف چلنے والی بکری کو پکڑ لیتا ہے، تو تم پہاڑی دروں (جیسے راستوں) سے (جن میں ایک ایک کر کے چل سکتے ہیں) بچو، اور جماعت اور اکثریت اور مسجد کو لازم پکڑو۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: میں نے رسول اللہ ﷺ سے یہ ارشاد سنا:

إن أمتي لا تجتمع على ضلالة، فإذا رئيتم اختلافًا فعليكم بالسواد الأعظم. [ابن ماجه، ح:۳۹۵۰، مسندعبد بن حميد، المقاصدالحسنة، ح:۱۲۸۸]

بیشک میری امت گمراہی پر جمع نہیں ہوگی، جب تم اختلاف دیکھو تو بڑی جماعت کو لازم پکڑلو۔

تو مشاجرات صحابہ رضی اللہ عنہم میں جہاں اِس بات پر اہل حق کا اجماع ہے کہ کسی صحابی یا فریق پر طعن جائز نہیں، اور مشاجرات صحابہ میں زیادہ غور وخوض مناسب نہیں، وہاں اِس پر بھی اجماع ہے کہ دو فریق میں سے ایک سے خطاء اجتہادی ہوئی ہے، اور اِس پر بھی اجماع ہے کہ جس فریق سے اجتہادی

خطاء ہوئی ہے اُس کو گناہ نہیں ہوا بلکہ اُس کو ایک گنا اجر ہی ملے گا۔

عرفان الحق صاحب اوپر ذکر ہونے والی عبارت میں صحابی کی خطاء اجتہادی بیان کرنے کو صحابی پر ''اعتراض'' کرنے سے تعبیر کر گئے ہیں، حالانکہ اعتراض میں طعن اور تنقید ہوتی ہے جب کہ سب اہل سنت اسلاف جنہوں نے خطاء اجتہادی بیان کی اُن کا مقصود ہرگز ہرگز طعن وتنقید نہیں ہے، معترض جس پر اعتراض کرتا ہے اُس کی نظر میں وہ شخص حقیر و قابل تحقیر ہوتا ہے، احترام کے لائق نہیں ہوتا، اور معترض اُس کے متعلق دل میں دشمنی نفرت و بغض رکھتا ہے تو کیا خیال ہے کہ سب اہل سنت حضرت علیؓ کے مقابل حضرات صحابہؓ کو احترام کے لائق نہیں سمجھتے اور اُن کے متعلق روافض کی طرح بغض و نفرت اور دشمنی رکھتے ہیں؟ ہرگز ایسا نہیں ہے، اس لیے اہل سنت کے اجتہادی خطاء کو بیان کرنے کو اعتراض کرنے سے اور بیان کرنے والوں کو معترضین سے تعبیر کرنا بالکل غلط ہے۔

دشمنانِ صحابہ کے ہاتھ میں ہتھیار:

عرفان الحق صاحب کہتے ہیں کہ:

> ''دشمنان صحابہ یعنی شیعہ/رافضی/ناصبی (سیدنا علی وحسنین رضی اللہ عنہما وغیرہ کی توہین کا مرتکب طبقہ) اور خارجی ان سے فائدہ اٹھا کر صحابہ رضی اللہ عنہم پر تبرا کرتے ہیں، اور بطور دلیل اِنہی نام نہاد سنیوں کے حوالے پیش کرتے ہیں جنہوں نے صفین وجمل کے پس منظر میں حضرت عائشہ یا سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہما پر اعتراض کیے ہوں''۔

جواب: اکابر اہل سنت جہاں اِن حضرات کی خطاء اجتہادی بیان کرتے ہیں وہاں اُن کی صفائی بھی دیتے ہیں، عذر بیان کرتے ہیں، اُن کو مخلص بھی بتاتے ہیں، دنیاوی طمع اور ذاتی عناد سے صاف بتاتے ہیں، اگر پھر بھی کوئی دشمنِ دین اہل سنت کی آدھی بات کو لے کر حوالہ دے دے تو اُس میں اہل سنت علماء کرام کا کیا قصور ہے؟

ہاں مگر آپ کے طبقہ سے تعلق رکھنے والے جناب قاضی طاہر علی صاحب نے ''سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے ناقدین'' کے نام سے جو کتاب لکھی ہے یہ کتاب روافض اور مودودیوں بلکہ علماء اہل سنت دیوبند کے خلاف سرگرم محرکین کے لیے ہتھیار کے طور پر خوب کام آئے گی، اور اِس سے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے خلاف لکھنے والے رافضیوں کو خوب یکجا مواد ملے گا اور وہ خوب استعمال کریں گے، ذرا عرفان الحق صاحب کو اِس پر بھی توجہ دینے اور لکھنے کی ضرورت ہے، مناسب ہے کہ اِس پر بھی قلم وقرطاس کو متحرک کریں، فقط والحمدللہ رب العالمین

ابطالِ باطل ______________ قسط ۵۵

ماہ نامہ ''افکارِ العارف'' لاہور کے جواب میں

تلبیسات کے اندھیروں میں حقیقت کے چراغ

مولانا حافظ عبدالجبار سلفی

علامہ چوکیرویؒ اور مسئلہ تقیہ و تکفیر

ہمارے مخاطب امامی ترجمان نے علامہ احمد شاہ چوکیرویؒ کے رسالہ پندرہ روزہ ''الفارق'' یکم مئی ۱۹۵۸ء سے ''تقیہ'' کے حوالہ سے ایک عبارت پیش کی ہے۔ نفسِ اختلاف اور مسئلہ کی نوعیت تو رہی اپنی جگہ، موصوف نے نقلِ حوالہ کا التزام کرنے میں بھی حسب عادت تخریب وتحریف کی ہے اور یہ موصوف کے طبیعتِ ثانیہ ہے۔ مگر ہم جب کبھی ان کو اُن کی بددیانتی، اور جھوٹ سے مطلع کرتے ہیں تو موصوف اس قدر بھڑک جاتے ہیں کہ گویا کپڑوں سے باہر آجاتے ہیں۔ چنانچہ ہم ان کی مکمل عبارت پیش قارئین کر کے ساتھ ساتھ اپنا تبصرہ درج کریں گے۔ امامی ترجمان بعنوان ''مولانا احمد علی لاہوری اور احمد شاہ چوکیروی کے نظریہ سے تکفیری خدامیوں کا انحراف'' رقمطراز ہیں:

''تکفیری خدامیوں کا مسلمانوں کو کافر قرار دینا اور امت اسلامیہ کے خلاف نفرت وفتنہ انگیزی کی آگ بھڑکانا کہ جس کے تصور سے بھی انسان کانپ جاتا ہے۔ ان کی عادت بن چکا ہے۔ جو یقینی طور پر ان کے اسلام دشمن ہونے کی دلیل ہے۔ جب کہ ان کا نظریہ ان کے اپنے ممدوح اکابر کے سراسر خلاف ہے۔ آیئے اس سلسلے میں ہم صُرف چند ایک شواہد پیش کیے دیتے ہیں تاکہ حقیقتِ حال پورے طور پر قارئین کرام کے ذہن نشین ہوسکے اور ''تحفظِ صحابہ'' کے نام پر ان کی متعصبانہ کاروائیوں کا پردہ چاک ہوجائے۔ یہ لوگ یہود و نصاریٰ کی خوشنودی کے لیے امت کو تباہی و بربادی کی طرف دھکیلنا چاہتے ہیں۔ مثال کے طور پر مولانا احمد علی لاہوری اور سید احمد شاہ چوکیروی تکفیر نہیں کرتے جب کہ خدامیوں کا رویہ یکسر ان کے خلاف ہے۔ چنانچہ خدامیوں کے امام پاکستان احمد شاہ چوکیروی اپنے پندرہ روزہ رسالہ ''الفاروق'' بابت ۱۵ ستمبر ۱۹۵۹ء صفحہ نمبر ۱۲ پر رقمطراز ہیں:

''فصل الخطاب خاتم المحدثین علامہ حسین بن محمد تقی نوری طبرسی کی مشہور ومعروف تالیف ہے اور علی بن

طاؤس جن کا لقب رضی الدین ہے۔ مسلمانوں کے ایک فرقہ کے نزدیک بڑے معتبر ہیں۔

(ب) نیز لکھتے ہیں ''مسلمانوں کی جس جماعت میں اس نماز تراویح کو بدعت عمر کہہ کر ذلیل کیا جاتا ہے، اس میں حفاظِ کرام اس کثرت سے ہرگز نہیں پائے جاتے، ملاحظہ ہو پندرہ روزہ الفاروق چوکیرہ یکم مئی ۱۹۵۷ء۔

(ب) تمام برادرانِ اسلام شیعہ وسُنی کی خدمت میں گزارش ہے کہ قربانی کے چمڑے اور کھالیں مدرسہ ہذا دارالہدیٰ چوکیرہ میں پہنچائیں (پندرہ روزہ ''الفاروق'' یکم جولائی ۱۹۵۷ء) یہاں قابل غور بات یہ ہے کہ سلفی صاحب کے امام پاکستان صاحب کے مدرسہ کے معاونین میں **شیعہ شامل تھے۔** شاہ صاحب نے اہل تشیع سے مدرسہ کے لیے امداد کی اپیل کی، گویا طلبہ مدرسہ ہذا کے قیام وطعام میں شیعہ کا حصہ شامل ہے۔ اب تکفیری حضرات شاہ صاحب پر کیا فتویٰ لگائیں گے؟ مزید برآں موصوف اپنی کتاب ''تحقیق فدک'' مطبوعہ ثنائی پریس سرگودھا طبع اول ۱۹۵۵ء کے ابتدائیہ میں لکھتے ہیں ''بندہ پُرتقصیر احمد شاہ خادم مدرسہ عربیہ دارالہدیٰ چوکیرہ ضلع سرگودھا، مغربی پاکستان ایک مقالہ پیش کرتا ہے جس میں مسئلہ فدک کے بارے اپنی معلومات کو جمع کیا ہے اور اہل اسلام کے اندر جو ایک پُرانا تنازعہ ہے، اس کے صاف کرنے کی کوشش کی ہے۔'' (ماہ نامہ ''افکار العارف'' لاہور ستمبر ۲۰۱۴ء صفحہ نمبر ۴۵)

تبصرہ

اولاً: موصوف فرماتے ہیں کہ خدام اہل سنت نے امتِ اسلامیہ کے خلاف نفرت وفتنہ انگیزی کی جو آگ بھڑکائی ہے، اس کے تصور سے ہی انسان کانپ جاتا ہے۔ قطع نظر اس سے کہ خدام اہل سنت کی پالیسی میں اشتعال انگیزی کتنی کچھ ہے؟ ہمیں اس بات پہ حیرت ہے کہ اتنی سی بات پہ روافض جیسے ''انسانوں'' کا تصور کیسے کانپ جاتا ہے؟ اس امت کے مقدس ترین لوگوں یعنی اصحاب رسول ﷺ کی توہین وتکفیر کر کے اپنے چہروں پر ''اولین تکفیری'' ہونے کی کالک لگا کر تو آپ کے تصور کو پسینہ تک نہیں آیا؟ سیدنا حضرت علی رضی اللہ عنہ جیسی برگزیدہ ہستی پر تقیہ ونفاق کی تہمت لگا کر اور آپ کو بزدل اور خانہ نشین کہہ ڈالنے سے بھی آپ کے تصور شریف پر جوں تک نہیں رینگی؟ اللہ تعالیٰ کی کامل ومکمل اور آخری کتاب قرآن مجید میں تحریف کے قائل ہونے اور اہل بیت رسول ﷺ پر حریصِ خلافت واقتدار ہونے کی تہمتیں لگانے سے بھی آپ کے تصور کو چُسکی تک نہ لگی؟ ازواجِ مطہرات جیسی پاک بازو پاک دامن ماؤں پر طرح طرح کے الزامات لگانے، سیدنا حضرت

فاطمہ رضی اللہ عنہا کو باغ فدک کی طلب میں گھر سے باہر آنے، سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کو "یا مذلّ المومنین" کہنے، اپنے یہودی مربیوں کی سرپرستی میں سیدنا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو شہید کرنے اور پھر کوفہ کے مرکزِ رفض سے جھوٹے خطوط لکھ کر امام عالی مقام سیدنا حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو کربلا میں لا کے شہید کروا دینے سے بھی رفض و بدعت کے "تصور" پہ کپکپی نہ آئی؟ علامہ نصیر الدین طوسی کا ہلاکو و چنگیز کو دعوت دے کر بغداد کی اینٹ سے اینٹ بجا دینے اور اسی طوسی کے ہاتھوں عالمِ اہل سنت حضرت شیخ سعدیؒ کی کھال کھینچوا کر انہیں بے دردی سے شہید کرتے ہوئے بھی آپ کے "تصور" کو انگڑائی تک نہ آئی؟ سراج الدولہؒ اور حضرت ٹیپو سلطانؒ شہید کو میر جعفر و صادق جیسے روافض کے ہاتھوں شہید کروا کر اور حضرت شاہ اسماعیل شہیدؒ کے مقابلہ میں آنے والے سکھوں اور مرہٹوں کی شیعہ عالم مولانا دلدار علی قبلہ مجتہد کی اعانت و معاونت سے بھی آپ کے "تصور" کو دھچکا نہ لگا؟ اور آج جب کہ پوری اسلامی برادری کو ایران جیسی شرپسند سلطنت نے اپنے یہودی اور عیسائی آقاؤں کے اشیر باد سے ناک میں دم کر رکھا ہے آپ کے "تصور" کو بیداری نہ آئی؟ اور جب تحریک خدام اہل سنت نے "خلافت راشدہ حق چار یار" کے نعروں سے مسلمانانِ وطن کو گرمایا، اصلی کلمۂ اسلام کی تشہیر کے ذریعے ملاوٹ کرنے والوں کو للکارا، عظمت صحابہؓ اور محبت اہل بیت کے ترانوں سے رفض و خروج کا تعاقب کیا اور متصادمِ اسلام عقائد رکھنے والوں کی علمی، تحقیقی، تعمیری اور نظریاتی بنیادوں پر نقاب کشائی کی تو اب آپ جیسے "انسانوں" کی روح کانپ گئی؟ جناب جوادی صاحب جانے دیجیے، مکر و فریب کے چلمنی پردوں کو اب ہٹا دیجیے کہ یہ آپ کو پناہ نہیں دے سکتے۔ دراصل تحریک خدام اہل سنت کی مثبت اور علمی گرفت سے موصوف امامی ترجمان خاصے بیزار و آزار ہیں، ایسے میں ہم انہیں میر کا تحفہ ہی دے سکتے ہیں، شاید وہ مرہم کا کام دے سکے، یعنی

خشکی لب کی، زردی رُخ کی، نمنا کی دو آنکھوں کی
جو دیکھے ہے کہے ہے ان نے کھینچا ہے آزار بہت

ثانیاً: ۱۵ ستمبر ۱۹۵۹ء میں پندرہ روزہ رسالہ "الفاروق" چوکیرہ کا ایک خاص نمبر "سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم نمبر" شائع ہوا تھا۔ اس میں امام پاکستان حضرت علامہ احمد شاہ چوکیرویؒ نے لکھا ہے کہ یہ عجیب اتفاق ہے کہ کتب سابقہ میں جہاں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا تذکرہ ملتا ہے، وہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ

کرام رضی اللہ عنہم کا عموماً اور خلفاءِ اربعہ رضی اللہ عنہم کا خصوصاً تذکرہ پایا جاتا ہے، پھر آپ نے بطور دلیل معروف شیعہ عالم علامہ نوری طبرسی کا حوالہ دیا کہ انہوں نے اپنی کتاب ''فصل الخطاب'' صفحہ نمبر ۱۷۶ پر لکھا ہے کہ ہمارے ایک عالم، سردار رضی الدین علی بن طاؤس نے اپنی کتاب ''کشف الحجۃ'' میں حضرت دانیال علیہ السلام کی ''کتاب الملاحم'' سے نقل کیا ہے کہ ابوبکر و عمر نے دانیال علیہ السلام کی کتاب کی معرفت حاصل کی تھی، جو یہود کے پاس تھی اور اس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حکومت اور بنوتیم میں سے ایک مرد کی خلافت اور اس کے بعد بنوعدی میں سے ایک مرد کی خلافت مذکور تھی، یہ دونوں خلافتیں حضرت علی علیہ السلام سے پہلے ہوں گی، جو کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وصی ہیں اور اس کتاب میں ان دونوں کی صفات مذکور تھیں، پس جب کہ ان دونوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صفت آپ کے وجود مقدس میں اور اپنی صفات اپنے اپنے وجود میں دیکھ لیں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے تابعدار بن گئے اور اسلام قبول کر لیا، اس خلافت کے طلب کے واسطے جس کو دانیال علیہ السلام نے ذکر کیا تھا۔

قارئین کرام! یہ حوالہ درج کرنے کے بعد حضرت علامہ چوکیرویؒ نے اس پر کم و بیش بیس سطور میں تبصرہ لکھا ہے جس کی ابتداء اُن الفاظ سے ہو رہی ہے، جن الفاظ نے ہمارے مخاطب موصوف کے منہ میں گویا گھی شکر ڈال دیا ہے یعنی

''فصل الخطاب خاتم المحدثین علامہ حسین بن محمد تقی نوری طبرسی کی مشہور و معروف تالیف ہے اور علی بن طاؤس جن کا لقب ''رضی الدین'' ہے۔ مسلمانوں کے ایک فرقہ کے نزدیک بڑے معتبر ہیں۔''

حالانکہ اس میں امامی ترجمان کے لیے خوشی کا کوئی سامان نہیں ہے، کیونکہ علامہ چوکیرویؒ نے مسلمانوں کا ایک فرقہ لکھا ہے نہ کہ ''مؤمنین'' کا۔ کیونکہ علامہ چوکیرویؒ خوب جانتے تھے کہ اہل تشیع کے ہاں ''مومن و مسلم'' میں کیا فرق ہے؟ نیز یہ مضمون سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عنوان پر ہے، بر سبیل تذکرہ کسی شیعہ عالم کا حوالہ آ جانے پر انہوں نے مشہور زمانہ اصطلاح کے پیش نظر ''مسلمانوں کا فرقہ'' لکھا ہے اور اس لیے بھی کہ عوام و خواص عدم معلومات کی وجہ سے اور یہ خود کو بدعوی خویش ''مسلمان'' ہی کہتے ہیں، کی بنا پر ''مسلمانوں کے فرقہ'' درج کیا ہے۔ علاوہ ازیں علماء اہل سنت موقع و محل کے تقاضوں کو بھی خوب جانتے ہیں۔ چونکہ عام طور پر دیگر مذاہب سے وابستہ لوگ بھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ کے واقعات و حالات پڑھتے ہیں تو اس میں کسی مسلمان کہلوانے والے ایسے گروہ پر فتویٰ کی زبان استعمال نہیں کی گئی کہ جو ازاول تا آخر تمام عقائد متصادمِ اسلام رکھتا

ہو، کیونکہ اس صورت میں انہیں پورے شرح و بسط کے ساتھ روافض کے عقائد درج کرنا پڑتے،
جب کہ آپؒ سیرت النبی ﷺ جیسے مقدس، مطہر، معتبر اور منور مقالہ میں روافض کے بے تہذیب و تمیز
نظریات کا اندراج نہیں کرنا چاہتے تھے، بس اتنی سی بات کا فسانہ بنا دیا گیا اور ہمارے امامی مخاطب کو
سر چھپانے کے لیے چھتری مل گئی۔ باقی رسالہ ''الفاروق'' کی فائلیں ہمارے پاس کُل کی کُل موجود
ہیں اور واقفانِ حال بخوبی جانتے ہیں کہ علامہ چوکیرویؒ نے اہل تشیع کے نظریۂ امامت، نظریہ تحریف
قرآن مجید اور دیگر خود ساختہ عقائد کا کیسا پوسٹ مارٹم کیا ہے؟ قصہ مختصر یہ کہ موقع و محل کے تناظر میں
کہی جانے والی کوئی بات، جبکہ وہ یک سطری مختصر اور مہمل ہو، سے قائل کی مراد اخذ کرنا انتہا درجے کی
جہالت ہے۔ یہ کوئی علامہ حائری، مرزا احمد علی امرتسری اور مولانا فیض محمد کھیالوی کا قلم تو نہ تھا کہ جو
عیسائیوں، آریوں اور مرزائیوں کے خلاف لکھے جانے والے اپنے مضامین میں بھی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم
اور اہل بیت رسول ﷺ پر زہر افشانی کرتا اور غیروں کو ناحق جگ ہنسائی کے مواقع فراہم کرتا، یہ
بغض، تلبیس، تکفیری اور تحقیری و تذلیلی انداز علماء امامیہ کو ہی مبارک ہو اور جہاں جہاں بھی علامہ
چوکیرویؒ نے تحقیقی و الزامی جوابات کے ضمن میں ایسے الفاظ ارقام کیے ہیں ان کا وہی مفہوم ہے جو ہم
درج کر آئے ہیں۔ شیعہ و سنی نزاعی مسائل میں علامہ چوکیرویؒ اہل سنت کے ترجمان اور رافضیت کا
علمی قلع قمع کرنے میں مہارت تامہ کے حامل تھے، انداز تحریر و تقریر ہر ایک کا اپنا ہوتا ہے، امامی
ترجمان کا یہ لکھنا کہ علامہ چوکیرویؒ کے مدرسہ کے معاونین میں شیعہ بھی شامل تھے، ایک تاریخی اور
پُراز تاریکی جھوٹ ہے اور جو عبارت اس سلسلہ میں موصوف نے دی ہے، وہ ایک اشتہار ہے جو غلام
فرید نامی شخص غیر معتبر کی جانب سے ہے۔ نیز ممکن ہے کہ انتظامیہ مدرسہ نے روافض سے آمدہ رقم کو
بیت الخلاء وغیرہ کی تعمیر میں صَرف کیا ہو، فقہی اعتبار سے اس میں شیعہ و سُنی ہر دو مذاہب میں گنجائش
موجود ہے۔ مگر یہ اس صورت میں ہے کہ کسی امامی کا چندہ دینا ثابت بھی ہو، محض اشتہار سے آسمان و
زمین کے قلابے ملانا اور اپنا مقصد نکالنا بالکل بے معنٰی ہے۔

امامی ترجمان کی مزید ایک غلط فہمی

موصوف نہایت ترنگ اور رنگ میں آ کر رقمطراز ہیں:

''خدامی حضرات تقیہ کا معنی جھوٹ کرتے ہیں جب کہ دنیائے عالم کی کسی لغت میں بھی تقیہ کا معنی

جھوٹ نہیں ہے لیکن محض اسلام دشمنی میں لفظ تقیہ کا معنی اپنی طرف سے جھوٹ کرتے ہیں۔ جو سراسر ان کی جہالت پر دلالت کرتا ہے۔ حالانکہ ان کے اپنے امام پاکستان مولانا احمد شاہ چوکیروی صاحب کا ایک مضمون بعنوان ''مسئلہ تقیہ کا بیان'' پندرہ روزہ ''الفاروق'' چوکیرہ یکم مئی ۱۹۵۸ء صفحہ نمبر۲ پر بڑے واشگاف الفاظ میں تقیہ کے جواز کا ان الفاظ میں اعتراف کرتے ہیں کہ

''صداقت'' آف گوجرہ بابت ۲۰۔اپریل ۱۹۵۸ء صفحہ نمبر۷ پر مولوی اسماعیل صاحب نے جواز تقیہ پر ایک چھوٹا سا مقالہ سپرد قلم فرمایا ہے۔ جو کسی سائل کے جواب میں معلوم ہوتا ہے۔ اس بات کے تسلیم کرنے میں ادارہ الفاروق کو ذرہ بھر تامل نہیں ہے کہ فتح الباری اور فیض الباری کی عبارتیں نقل کر کے تقیہ کا جائز ہونا ثابت کیا ہے......الفاروق کے صفحات شاہد ہیں کہ تقیہ میں شیعہ وسنی اختلاف نہیں ہے۔ ہم نے کئی دفعہ واضح کیا ہے کہ موت کا ڈر ہو یا کسی عضو کے تلف ہو جانے کا ڈر ہو تو آدمی کے لیے تقیہ جائز ہے، مطلب یہ ہے کہ کوئی شخص تمہیں کہتا ہے کہ یہ کام اس طرح کرو، حالانکہ وہ کام تمہارے نزدیک اس طرح جائز نہیں ہے، یا کہتا ہے کہ زبان سے یہ الفاظ نکالو، حالانکہ وہ الفاظ تمہارے مذہب میں حرام ہیں تو اگر یقین ہو کہ تعمیل نہ کرنے کی صورت میں یہ ظالم جان سے مار ڈالے گا یا بازو کاٹ دے گا، تو تم بے شک وہ کلمات کفر بول سکتے ہو اور وہ ناجائز کام کر سکتے ہو بشرطیکہ کسی کے قتل کا حکم نہ دے، مولوی صاحب نے اپنا ٹائم بھی ضائع کیا اور ''صداقت'' پڑھنے والوں کے اوقات کا بھی ستیاناس کر دیا، ایک ایسی بات کو لے کر بیٹھ گئے۔ جس کا محل نزاع سے ذرہ بھر تعلق نہیں۔ الخ......

قارئین کرام احمد شاہ صاحب نے اس بات کا برملا اعتراف کرلیا ہے کہ مولانا محمد اسماعیل صاحب نے تقیہ کا جائز ہونا سنی کتب مثل فتح الباری اور فیض الباری وغیرہ سے ثابت کیا ہے اور یہ بھی تسلیم کرلیا ہے کہ تقیہ کے جائز ہونے میں شیعہ وسنی اختلاف نہیں ہے۔ دونوں کے نزدیک تقیہ جائز ہے۔ اب جو ناصبی یہ کہتے ہیں کہ معاذ اللہ شیعہ تقیہ کرتے ہیں یعنی بقول ان کے شیعہ جھوٹ بولتے ہیں، جیسا کہ خود سلفی صاحب نے ماہ نامہ ''حق چار یار'' جولائی ۲۰۱۴ء صفحہ ۵۰ پر تقیہ کا ترجمہ جھوٹ بولنا کیا ہے تو گویا وہ اپنے امام پاکستان کے مذکورہ بالا بیان کے مطابق سنی مذہب میں بھی جھوٹ بولنا جائز قرار دیتے ہیں۔'' (ماہ نامہ افکار العارف لاہور، ستمبر ۲۰۱۴ء صفحہ نمبر ۴۶)

تبصرہ

دنیا کی کسی لغت میں تقیہ کا معنی جھوٹ ہو یا نہ ہو، شیعی لغت میں بہر حال جھوٹ ہی ہے اور اس کو اتنا وسیع ولامحدود معنوں میں ''جھوٹ'' مشہور کیا گیا ہے کہ اہل بیت رسول ﷺ تک کو ملوث کر دیا

گیا ہے۔ اس پر تفصیلی بحث تو ضرورت پڑنے پر ہم آگے کریں گے، فی الحال مولانا علامہ احمد شاہ صاحب چوکیرویؒ کی مکمل عبارت پڑھیے اور پھر ہمارے مخاطب موصوف کی بددیانتی ملاحظہ کیجیے۔ رسالہ ''الفاروق'' چوکیروی بابت یکم مئی ۱۹۵۸ء میں مولانا علامہ احمد شاہ صاحب چوکیرویؒ کا دو قسطوں پر ایک جامع مضمون بعنوان ''مسئلہ تقیہ کا بیان'' شائع ہوا تھا۔ یہ دراصل شیعہ عالم مولانا محمد اسماعیل صاحب گوجروی کے مضمون ''جوازِ تقیہ'' کے جواب میں تھا جو اُن کے اخبار ''صداقت'' گوجرہ بابت ۲۰، اپریل ۱۹۵۸ء صفحہ نمبر ۷ پر شائع ہوا تھا۔ علامہ چوکیرویؒ نے لفظِ تقیہ کے مفہوم، اہل تشیع کے ہاں اس اصطلاح کا پس منظر، اس کے استعمال کے مواقع اور شرائطِ تقیہ وغیرہم پر جامع بحث کی تھی۔ ہمارے مخاطب موصوف نے کمال چالاکی کے ساتھ چیدہ چیدہ سطور نقل کیں، اور اس بحث کی وہ قیمتی و نادر سطور جو اس مسئلہ کی توضیح و تشریح میں ممد و معاون تھیں، کو جامعہ الکوثر اسلام آباد کا ماہانہ مشاہرہ سمجھ کر ہڑپ کر گئے۔ اگرچہ علماءِ اہل تشیع کے ہاں ایسی چالاکیاں، قلابازیاں، مکاریاں اور مکر و فریب باعث عزت سمجھے جاتے ہیں۔ اس لیے ہمیں تو اس پر کسی قسم کا تعجب یا تحیر نہیں ہے۔ البتہ اپنے قارئین کی معلومات کے لیے عرض کرتے ہیں کہ موصوف نے علامہ چوکیرویؒ کی نقل کردہ عبارات میں سے ادھوری باتیں درج کر کے شیر بننے کی سعی ناشکور کی ہے۔ اب علامہ چوکیرویؒ کا مکمل موقف پڑھیے اور ازراہِ انصاف سوچیے کہ ایسے ساقط الاعتبار شخص کو بھی بھلا کسی مذہب کی ترجمانی کا کوئی اخلاقی حق حاصل ہے؟ حضرت علامہ چوکیرویؒ رقمطراز ہیں۔

''ہمارے شیعہ بھائیوں کی تصنیفات گواہ ہیں کہ تقیہ ظاہر اور باطن کی مخالفت کا نام ہے۔ دل میں کچھ ہو اور زبان پر کچھ ہو، اس کو متکلمین شیعہ نے تقیہ کا لقب دیا ہے جیسا کہ ہم ''الفاروق'' یکم مئی ۵۸ء کے شمارہ میں لکھ چکے ہیں۔ ان کے بعض علماء نے تقیہ کے واسطے کچھ شرطیں مقرر کی ہیں۔ مگر ذرا زیادہ غور سے دیکھا جائے تو ان کے یہاں یہ شرائط برائے نام ہی ہیں۔ کیونکہ ان کے علماء نے واضح طور پر لکھ دیا ہے کہ تقیہ کے مواقع کو مکلف ہی خوب جانتا ہے۔ یہاں تک کہ مجلس کا رنگ جمانے کے لیے بھی اور مخالفین کا حاضرین کے لیے بھی تقیہ جائز ہے۔ اگرچہ مخالفین اور حاضرین مجلس سے کسی قسم کا خوف نہ پایا جائے۔ اسی مرحلے پر سُنی عاشق نے اپنے محبوب کے جواب پر یوں تبصرہ کیا ہے۔

؎ کیا جو جھوٹ کا شکوہ تو جواب ملا
تقیہ ہم نے کیا، ہمیں ثواب ملا

دراصل بات یہ ہے کہ سُنی محدثین اور مفسرین جس تقیہ کو مُباح قرار دیتے ہیں، وہ اور چیز ہے اور شیعہ متکلمین جس تقیہ کو فرائض اسلام میں داخل کرتے ہیں، وہ دوسری شیئے ہے۔ صرف نام کا اشتراک ہے۔ حقیقی اشتراک کا تو یہاں نام لینا بھی مشکل ہے۔ ٹھیک اسی طرح، جس طرح کہ حضرت (مولانا) قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتیؒ اپنی مشہور کتاب ''مالابدمنہ'' کے مقدمہ میں لکھتے ہیں کہ علمِ خالق اور علمِ مخلوق میں، وجودِ خالق اور وجودِ مخلوق میں صرف نام کا اشتراک ہے۔ معنی کے لحاظ سے علمِ خالق اور علمِ مخلوق میں کوئی اشتراک نہیں ہے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے لے کر حضرت امام جعفر صادقؒ تک تمام ائمہ اہل بیت عظام کے حالات اور کوائف کتبِ تاریخ اور علم حدیث میں محفوظ ہیں۔ جن کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ مذہب اہل سنت برحق ہے، جو اعمال اور عقائد اہل سنت کے ہیں، وہی اُن بزرگوں کے اعمال تھے اور اُنہی عقائد ونظریات کی ائمہ کرام اہل بیت عظام نے تبلیغ فرمائی ہے۔ اب شیعہ حضرات کے لیے بغیر اس کے کوئی چارہ کار باقی نہ رہا کہ ائمہ کرام اہل بیت عظام کے تمام کاروبار کو ''تقیہ'' کا لباس پہنا دیں، پس تقیہ مزعومہ شیعہ کی ایجاد ایک خاص ضرورت کے ماتحت عمل میں آئی ہے۔ کہتے ہیں کہ ضرورت ایجاد کی ماں ہے۔ اب بحث ومناظرہ کی سطح شیعہ بھائیوں کے لیے نہایت صاف ہے۔ اگر کوئی کہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کی تھی تو شیعہ بھائی کہہ دیں گے کہ آپ نے تقیہ کیا تھا۔ اور اگر کوئی کہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ کی اقتداء میں نمازیں پڑھی تھیں تو شیعہ بھائی نہایت بے تکلفی سے کہہ دیں گے کہ آپ نے ''تقیہ'' استعمال فرمایا تھا اور اگر کوئی کہے کہ حضرت علی المرتضیٰؓ نے نماز تراویح بیس رکعت ادا کی تھیں تو فی الفور جواب ملے گا کہ حضرت مرتضویؓ نے تقیہ کر لیا تھا اور اگر کوئی کہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے متعہ کو حرام قرار دیا تھا تو شیعہ مبلغ ارشاد کریں گے کہ دل سے نہیں، ازراہِ تقیہ یوں فرمایا تھا، اور اگر کوئی طالب علم پوچھے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے دایاں ہاتھ بائیں پر رکھ کر نمازیں کیوں پڑھیں؟ تو شیعہ حضرات کی طرف سے مذکورہ بالا جواب کو دہرا دیا جائے گا، ناظرین کرام ''الفاروق'' پر تقیہ مزعومہ شیعہ کا شانِ نزول منکشف ہو گیا ہوگا۔ اس کے بعد نسخہ تقیہ کا استعمال صرف اعمال اور عقائد ائمہ کرام تک محدود نہیں، بلکہ ان لوگوں نے بارھویں امام کو جو غار میں بٹھا رکھا ہے تو وہ بھی تقیہ ہی کی وجہ سے ہے۔ کہتے ہیں دشمنوں کے خوف سے حضرت امام مہدی غار میں تشریف لے گئے ہیں تو اس کے معنی بغیر اس کے کیا ہو سکتے ہیں کہ آپ نے دشمنانِ دین اسلام کے خوف سے اصلی دین اسلام کو ہی چھپا رکھا ہے، اگر آج تشریف لے آئیں تو کیا ہی اچھا فیصلہ ہو سکتا ہے؟ ایک ہزار سال سے زیادہ عرصہ گذر چکا ہے کہ ہمارے شیعہ بھائی آپ کے انتظار میں بیٹھے ہوئے ہیں، دعائیں مانگ

مانگ کر تھک گئے ہیں، کوئی دعا قبول نہیں ہوتی۔ میری ناقص رائے یہ ہے کہ اب ہمارے شیعہ بھائی بجائے دعا کے اپنے اعمال اور عقائد کی اصلاح کی طرف توجہ کریں۔ ہوسکتا ہے کہ ان کے نظریات اور عقائد امامِ غائب کے عقائد کے برخلاف ہوں اور ان کے اعمال آپ کے اعمال سے مختلف ہوں...... جب شیعہ کے نزدیک تقیہ ایک ایسی ضروری چیز ہے اور تمام ائمہ کرام کا اوڑھنا بچھونا تقیہ ہے۔ یہاں تک کہ بارہویں بزرگ تو تقیہ کے دامن کو چھوڑنے کا نام بھی نہیں لیتے تو زمانہ حال کے شیعہ جواب دیں کہ انہوں نے تقیہ کیوں چھوڑا؟ ۴، اکتوبر ۱۹۵۷ء کو موضع حسو بلیل ضلع جھنگ میں حضرت عمر بن خطابؓ کا پُتلا بنا کر اس کی توہین کرنا اور پھر گلیوں کوچوں میں نہایت ذلت آمیز طریقہ سے گھمانا پھرانا اصول تقیہ کے موافق ہے یا مخالف؟ (۱)...... خلاصۂ کلام یہ ہے کہ زمانۂ حال کے شیعہ مبلغین اور رافضی مُصنفین تقیہ کو ترک کر کے ائمہ کرام کا رستہ چھوڑ چکے ہیں۔ اگر یہ لوگ بھی بروایت خویش تقیہ کو مضبوطی سے پکڑے رہتے تو (موضع) حسو بلیل اور لائل پور کا حادثہ ہرگز رونما نہ ہوتا...... یاد رکھو تم لوگ تقیہ ترک کر کے بہت نقصان اٹھاؤ گے، پہلا نقصان تو یہ ہوگا کہ تم لوگ ائمہ کرام کے نافرمان ہو جاؤ گے، جب سب اماموں نے تقیہ کیا ہے تو پھر تمہیں اس کے ترک کرنے کا کیا حق ہے؟ اور دوسرا نقصان یہ ہوگا کہ تمہارے ترکِ تقیہ سے پاکستان میں سُنی شیعہ تصادم برپا ہو جائے گا۔ کیا تم لوگ ان دونوں نقصانوں کو قبول کرتے ہو؟ اگر ملک پاکستان اور ملت شیعہ سے کچھ ہمدردی ہے تو آؤ اور تقیہ کو اس طرح مضبوط پکڑو جس طرح کہ حضرت امام مہدی نے پکڑ رکھا ہے"۔

گو نالہ نارسا ہو نہ آہ میں اثر
میں نے تو درگذر نہ کی جو مجھ سے ہوسکا

(پندرہ روزہ "الفاروق" چوکیرہ، ۱۵ مئی ۱۹۵۸ء، صفحہ نمبر ۱۷ تا ۲۱، متفرق عبارات)

قارئین کرام! یکم مئی اور ۱۵ مئی ۱۹۵۸ء کو "مسئلہ تقیہ" کے عنوان پر مولانا علامہ احمد شاہ چوکیرویؒ نے اہل تشیع کی چادر تقیہ کو اپنے قلم کی نوک سے تار تار کر کے رکھ دیا تھا، جب کہ ہمارے مخاطب موصوف اس قدر ڈھیٹ ہیں کہ وہ خوشی کے شادیانے بجاتے نظر آ رہے ہیں کہ خدام اہل سنت والے تو تقیہ کو جھوٹ کہتے ہیں، جب کہ مولانا چوکیرویؒ نے اسے دُرست قرار دیا ہے۔ حالانکہ علامہ چوکیرویؒ نے لفظ لفظ سے حقیقت عیاں کی ہے کہ سوائے لفظی اشتراک کے "تقیہ" کا مفہوم اہل سنت و اہل تشیع کے مابین بُعد المشرقین کا درجہ رکھتا ہے۔ (جاری ہے)

---

(۱) اس واقعہ کی مکمل تفصیل کاتب السطور کی تصنیف "تذکرہ مولانا محمد نافعؒ" بھی موجود ہے۔ س

[کنزِ مدفون]　　ترتیب واملاء: مولانا حافظ عبدالجبار سلفی

مکاتیبِ قائد اہل سنت

(مسلسل)

نوٹ: حضرت قائد اہل سنت رحمہ اللہ کے مکاتیب کا سلسلہ جاری ہے۔ بعض خطوط معاصرین کے اور بعض مسترشدین کے نام ہیں، مریدین کے نام اصلاحی مکاتیب چونکہ تربیت کے حوالہ سے ہوتے ہیں۔ اور تربیتی دور میں سالکین کو اپنے شیخ سے زجر وتوبیخ بھی ہوتی ہے۔ اس لیے جو خطوط سالکین و مریدین کے نام ہیں، ان کو شائع کرتے وقت مکتوب الیہ کا نام نہیں لکھا جائے گا اور حسبِ ضرورت بعض جگہ الفاظ کو حذف بھی کیا جائے گا البتہ جو حضرات اپنے نام سے ہی شائع کروانے پر راضی ہوں، تو ان کی رضا معتبر ہوگی اور ان کے نام سے ہی وہ خط شاملِ اشاعت ہوگا۔ قارئین سے التماس ہے کہ جس کے نام حضرت قائد اہل سنت کا کوئی خط موجود ہو تو وہ اصل یا صاف ستھری فوٹو کاپی ارسال فرما کر اس کارِ خیر کا حصہ بنیں۔ (ادارہ)

بنام مولانا محمد الیاسؒ

(۱۶۷) جناب محترم حافظ صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ عنایت نامہ ملا۔ طالب خیر بخیر ہے۔ الحمدللہ کہ حق تعالیٰ نے آپ کو افاقہ نصیب فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو شفاءِ کاملہ عاجلہ عطا فرمائیں آمین۔ خواہش کے باوجود میں حاضر نہیں ہوسکا۔ اب آئندہ ہفتہ ۲۷ ستمبر کو جہلم میں نگرانی کی تاریخ ہے۔ وہاں سے غالباً ۲۸ کی صبح کو حاضر خدمت ہوں گا۔ چونکہ ملک صاحب اتوار کا کہتے رہتے ہیں، اس لیے ان کو بھی اطلاع دے دیں۔ اتوار کی شام کو ان کے ہاں پروگرام بن سکتا ہے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔ گھر میں اور احباب سے سلام مسنون! حافظ محمد طیب صاحب کو بھی اطلاع دے رہا ہوں۔ والسلام

خادم اہل سنت مظہر حسین غفرلہٗ

۷۔ رجب ۸۹ھ

(۱۶۸) محترم حافظ صاحب زید مجدہم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ...... عنایت نامہ ملا۔ آپ کے پہلے مکتوب کا جواب بہت تاخیر سے دو دن پہلے بہاولپور کے پتہ پر علامہ افغانی کی معرفت ارسال کیا ہے۔ علامہ موصوف سے مودودیت کے بارے میں ایک جامع تحریر کی ضرورت ہے۔ تعطیلات کے بعد آپ جلد یہ کام کروالیں۔ الحمدللہ بندہ اب صحت مند ہے۔ البتہ کھانسی کی شکایت ابھی ہے۔ آج حافظ خبیب احمد سلمہ کے ختم قرآن مجید میں شمولیت کے لیے جہلم جانے کا ارادہ ہے۔ برادرم محمد افضل، حکیم صاحب، حافظ نسیم اور دیگر احباب کی خدمت میں سلام مسنون عرض کر دیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اور ہم سب کو اپنی مرضیات پر چلنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ مولوی عبدالمہیمن صاحب سابق مدرس مدرسہ اظہار الاسلام خود تو رہنا چاہتے ہیں لیکن ان کے گھر والے ان کو وطن میں رہنے پر مجبور کر رہے ہیں۔ اگر وہ نہ آسکے تو پھر مدرس کی ضرورت ہوگی۔ میرا خیال یہ ہے کہ پھر مولوی حبیب الرحمٰن صاحب جو وہاں آپ کے نائب خطیب ہیں، یہ خدمت ان کے سپرد کی جائے۔ بشرطیکہ مولوی عبدالمہیمن صاحب نہ آئیں۔ آپ ان سے بات کرلیں اور ان کا پتہ تحریر فرمادیں۔ والسلام

الاحقر مظہر حسین غفرلہٗ

مدنی جامع مسجد چکوال ۱۴۔ فروری ۱۹۶۴ء

---

(۱۶۹) محترم جناب حافظ صاحب زید مجدہم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ...... عنایت نامہ ملا۔ ماشاء اللہ قاری نذیر احمد صاحب کے تقرر سے اطمینان ہوا۔ اللہ تعالیٰ مطلوبہ کار کی اصلاح کی توفیق عطا فرمائیں۔ بندہ ہفتہ سے بھکر کے دورہ پر آیا ہوا ہے۔ ۲۱، تاریخ کو کلورکوٹ ضلع میانوالی میں جمعیت کی ضلعی کانفرنس ہورہی ہے۔ ۲۲ کو خصوصی اجلاس ہے۔ حضرت درخواستی مدظلہ وغیرہ اکابرین جمعیت تشریف لارہے ہیں۔ میری حاضری بھی ضروری ہے۔ لہٰذا ہفتہ کی بجائے لاہور میں میرا پروگرام اتوار کو رکھیں۔ اتوار کی شام تک ان شاءاللہ میں حاضر ہوسکوں گا۔ ہفتہ کو مولانا عبداللطیف صاحب کی تقریر ہوجائے۔ میں موصوف کو بھی خط لکھ رہا

ہوں۔ اپنے پروگرام سے واپسی ڈاک ''مدرسہ عربیہ دارالہدیٰ بھکر ضلع میانوالی''(۱) کے پتہ پر ارسال کر کے مطلع فرمائیں۔ اگر تاخیر ہو جائے تو ''معرفت حکیم محمد ادریس صاحب اجمل فاریسی کلورکوٹ ضلع میانوالی'' کے پتہ پر ارسال کریں۔ احباب کی خدمت میں سلام مسنون عرض کر دیں۔

والسلام۔ الاحقر مظہر حسین غفرلہ۔ از منکیرہ

۱۸۔ اگست xxx

---

(۱۷۰) جناب محترم زید مجدہم

السلام علیکم و رحمۃ اللہ۔ طالب خیر بخیر ہے۔ ۱۵۔ ذیعقدہ بروز ہفتہ سے جو لاہور کا پروگرام تجویز کیا ہے۔ بعض مصروفیات کی بناء پر اس کو ملتوی کیا جاتا ہے۔ اس کی بجائے اب ان شاء اللہ ۲۲ ذیقعدہ سے رکھ لیں۔ اچھرہ وغیرہ احباب کو بھی مطلع فرما دیں۔ گھر میں اور احباب سے سلام مسنون! والسلام

الاحقر مظہر حسین غفرلہ

۱۳۔ ذیقعدہ xxx

---

(۱۷۱) برادر محترم حافظ صاحب زید مجدہم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ! عنایت نامہ ملا۔ بندہ بخریت ہے۔ شوال میں بالکل فرصت نہیں ہے۔ بھکر، بہاولپور وغیرہ کی طرف پروگرام بن چکے ہیں۔ لہٰذا حاضری میں معذور ہوں۔ ۸، ۹، ۱۰ مارچ کو لاہور میں شہداء ختم نبوت کانفرنس ہو رہی ہے۔ جمعہ کے بعد جانے کا ارادہ ہے۔ وہاں سے ۱۱ کو بہاولنگر جانا ہوگا۔ آپ تو غالباً اس کانفرنس میں شامل نہ ہو سکیں گے؟ اللہ تعالیٰ دینی و دنیاوی مشکلات دور فرمائیں۔ اپنی والدہ محترمہ کی خدمت میں سلام مسنون کے بعد دعا کی درخواست کر دیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اور ہم سب کو اتباع سنت اور ذکر اللہ پر مداومت نصیب فرمائیں۔ مارچ کو

---

(۱) اس زمانہ میں بھکر ضلع میانوالی کی تحصیل تھی، بعد ازاں ۱۹۸۱ء سے مستقل ضلع کا درجہ پا گیا ہے۔

دن کے وقت ڈھڈیال اور رات کو چکوال میں گجراتی شاہ صاحب اور مولانا ضیاء القاسمی وغیرہ آرہے ہیں۔ مدرسہ کے سابقہ سالانہ جلسہ کی بناء پر بندہ کو بھی ورانگ دی گئی ہے۔

والسلام۔ الاحقر مظہر حسین غفرلہ

۷۔ شوال المکرّم

---

(۱۷۲) محترم جناب حافظ صاحب زیدمجدہم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ...... عنایت نامہ ملا۔ ماشاء اللہ حضرت افغانی کا بیان بڑا جامع ہے۔ آج ہی اکابر علماء کے ارشادات میں نے حضرت مولانا غلام غوث ہزاروی کو روانہ کر دیئے ہیں تاکہ مؤتمر قاہرہ نمبر میں شائع ہو جائیں۔ مولوی غلام جیلانی صاحب (ضلع ہزارہ والے) بھی منڈی کی خطابت کے امیدوار ہیں۔ میں نے ہی ان کو لکھا تھا۔ انہوں نے بھی مولوی نیاز محمد صاحب کا ذکر کیا ہے۔ وہ پارٹی پوری کوشش کر رہی ہے۔ میں نے آج منڈی خط لکھ دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ اہل حق کو کامیاب فرمائیں۔ اگر آپ امتحان کے بعد گھر میں قیام کریں تو وہاں جمعیت کے کام کی بڑی ضرورت ہے۔ خود لاہور میں بھی بڑی ضرورت ہے۔ احباب کی خدمت میں سلام مسنون عرض کر دیں۔ ذکر اللہ کی پابندی کرتے رہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اور ہم سب کو اتباع سنت اور ذکر دوام نصیب فرمائیں۔

والسلام۔ الاحقر مظہر حسین غفرلہ

۱۷ محرم الحرام ۱۳۸۴ھ

---

(۱۷۳) محترم جناب حافظ صاحب زیدمجدہم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ...... عنایت نامہ ملا۔ بندہ بخیریت ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اور ہم سب کو مخالفین کے شر سے محفوظ رکھے۔ آمین۔ ذکر اللہ بہت بڑی محنت ہے۔ اس میں لگے رہیں۔ پریشانیوں کا علاج بھی اسی میں ہے۔ مولانا عبداللطیف صاحب سے متعلق بات اب آپ حسب خواہش دوسری جگہ کر سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کوئی بہتر صورت نکالیں گے ان شاء اللہ تعالیٰ۔ ۲۶، ۲۷ جون کو بھیں کا سالانہ جلسہ تھا، اس سے متصلاً علاقہ کا تبلیغی دورہ شروع ہو گیا ہے۔ جو کل ان شاء اللہ

ختم ہوگا۔ والسلام

الاحقر مظہر حسین غفرلہ

مدنی جامع مسجد چکوال، ۲۹ صفر ۱۳۸۵ھ

---

(۱۷۴) جناب محترم صاحب زید مجدہم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ ۔ طالب خیر بخیر ہے۔ ہم اُس دن بفضلہٖ تعالیٰ قبل از مغرب جہلم پہنچ گئے تھے۔ کل ''پادشاہان'' چلا گیا تھا اور آج وہیں سے چکوال پہنچا ہوں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اور ہم سب کو محفوظ رکھیں۔ خیریت سے مطلع کرتے رہیں۔ حق تعالیٰ سب کو صبر و استقامت اور جہاد فی سبیل اللہ کی توفیق عطا فرمائیں۔ تمام احباب کی خدمت میں سلام مسنون ...... اللہ تعالیٰ پاکستان اور اہل اسلام کو غالب فرمائیں۔ **حسبنا اللہ و نعم الوکیل** ...... حافظ محمد طیب صاحب کو بھی خط لکھ رہا ہوں۔

والسلام ۔ الاحقر مظہر حسین غفرلہ

۹ ستمبر ۱۹۶۵ء

---

(۱۷۵) برادر محترم حافظ صاحب سلمہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ......۳، ۴ رجب کو جلسہ رکھ لیں۔ مولانا ہزاروی صاحب نے ۴، رجب نوٹ کر لی۔ حضرت درخواستی نے فرمایا ہے کہ ہری پور سے واپسی پر پہنچ جاؤں گا۔ مولانا عبداللطیف صاحب نے بھی تاریخ لکھ لی ہے۔ ہم دونوں ۳، رجب کو ان شاء اللہ حاضر ہوجائیں گے۔ بندہ خانپور سے براستہ چنیوٹ واپس جارہا ہے۔ جمعۃ المبارک کے بعد پھر مدرسہ فاروقیہ ملتان اور مخدوم پور کے پروگراموں پر جانا ہے۔ والسلام

الاحقر مظہر حسین غفرلہ ۔ حال وارد چنیوٹ

۱۸۔ جمادی الثانیہ XXX

---

(۱۷۶) محترم جناب حافظ صاحب زید مجدہم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ...... جن ایام میں جامعہ اشرفیہ لاہور کا جلسہ تھا، میں نے وہ جمعہ مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ میں پڑھایا تھا۔ مسئلہ حیات النبی ﷺ کے متعلق تقریر ہوئی تھی لیکن بعدازاں اس مسئلہ پر بھی پابندی عائد کردی گئی۔ گوجرانوالہ سے مولوی عبدالقیوم صاحب کے ہمراہ میں لاہور چلا گیا تھا۔ لیکن آگے اوکاڑہ جلدی جانا تھا۔ اس لیے آپ کے پاس حاضری نہ ہوسکی۔ مولوی عبدالقیوم صاحب نے چکوال کے لیے مولوی محبت خان کو منتخب کیا ہے جو لاہور سے آنا چاہتے ہیں۔ مولوی محبت خان صاحب گوجرانوالہ میں ہی تھے، لیکن ان کے جانے کے بعد انہوں نے ذکر کیا کہ وہ چکوال آنا چاہتے ہیں۔ مولانا عبدالقیوم صاحب نے ان کی بڑی تعریف کی ہے کہ وہ چکوال ہی کے قابل ہیں۔ میرا بھی ارادہ ہوگیا ہے۔ لیکن بعض احباب سے معلوم ہوا کہ وہ مدرس تو اچھے ہیں، لیکن غصے والی طبیعت ہے۔ آپ بھی اُن سے واقف ہوں گے۔ آپ اپنے مشورہ سے مطلع کریں۔ حضرو میں میری حاضری دسمبر میں نہیں ہوسکتی، کوئی دن فارغ نہیں ہے۔ کل راولپنڈی میں مولانا جالندھری سے ملاقات ہوئی، حضرو کے متعلق ان سے عرض کیا تو فرمایا کہ فی الحال مناسب یہ ہے کہ عام جلسہ کی بجائے مولانا لعل حسین اختر تین چار دن وہاں قیام کریں۔ اور درس وغیرہ کے ذریعے یہ مسئلہ ذہن نشین کرائیں۔ اور مولانا جالندھری کو بھی دسمبر میں فراغت نہیں ہے۔ اگر عام تقریر دسمبر میں ہی کرانی ہو تو علامہ خالد محمود صاحب کو بھی دعوت دے دیں۔ میں کل سے موضع لبان بانڈی تحصیل ہری پور میں ہوں۔ کل آئندہ (بدھ کو) ان شاء اللہ واپس چلا جاؤں گا۔ مولوی غلام یحییٰ صاحب بھی ہمراہ ہیں اور سلام کہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ مسجد کے تنازع میں آپ کی نصرت فرمائے اور شرور وفسق سے محفوظ رکھیں۔ احباب سے سلام مسنون عرض کریں۔

الاحقر مظہر حسین غفرلہ۔ حال وارد ہری پور

اگست ۱۹۷۷ء XX

دوست اور ہم نشین

☆ جس قسم کے لوگوں کی صحبت اختیار کرو گے، اسی طرح کے اثرات تم میں پیدا ہوں گے۔ (حضرت علی رضی اللہ عنہ)

☆ اس سے دوستی کرو جو نیکی کر کے بھول جائے۔ (حضرت جنید بغدادی رحمہ اللہ)

☆ جو دوست تمہارے مشکل وقت میں کام نہ آئے، اس سے بچو، کیونکہ وہ تمہارا سب سے بڑا دشمن ہے۔ (امام غزالی رحمہ اللہ)

☆ مجھے ایسے دوست کی دوستی پسند نہیں جو میری باتوں کو اچھا کہے، میرے عیب کو ہنر جانے، میرے کانٹے کو گلاب اور موتیا کا نام دے۔ (حضرت شیخ سعدی رحمہ اللہ)

یادِ رفتگاں

مولانا محمد عبیداللہ فاروقی کی یاد میں!

مولانا حافظ عبدالجبار سلفی

تحریک خدام اہل سنت والجماعت پاکستان کے دیرینہ، مخلص اور مرکزی مبلغ مولانا محمد عبیداللہ فاروقی، طویل علالت اور اپنے تین بھائیوں کی یکے بعد دیگرے وفات کے صدمات سہنے کے بعد بالآخر خود بھی عالم بقاء کو کوچ کر گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

وہ مورخہ ۱۷۔ اگست ۱۹۵۸ء میں بھکر میں استاذ الحفاظ حضرت حافظ محمد سرفراز رحمہ اللہ کے ہاں پیدا ہوئے تھے۔ حافظ محمد سرفراز رحمہ اللہ بھکر کی سرکردہ معروف شخصیات میں سے ایک تھے۔ حفظِ قرآن مجید کے لائق اور محنتی استاذ تھے اور مختلف تحریکوں کے اکابرین کے ساتھ ان کا اس قدر گہرا تعلق تھا کہ مشائخ واکابران کے ہاں مدرسہ جامعہ فاروقیہ گڈولہ روڈ بھکر میں قیام کیا کرتے تھے۔ تحریک تنظیم اہل سنت پاکستان، جمعیت علماء اسلام اور تحریک خدام اہل سنت کے ساتھ مجاہدانہ اور والہانہ تعلق رکھتے تھے۔ وہ اولاً بھکر کی ریلوے جامع مسجد میں چند سال تدریس کرتے رہے، پھر عیدگاہ شمالی میں کم وبیش پندرہ سال قرآن مجید کی خدمت کی، بعدازاں ۱۹۶۹ء میں گڈولہ روڈ پہ ایک مسجد اور مدرسہ کی بنیاد رکھی۔ حضرت مولانا علامہ دوست محمد صاحب قریشی رحمہ اللہ نے سنگ بنیاد رکھا تھا۔ علامہ عبدالستار تونسوی، مولانا سید نورالحسن شاہ بخاریؒ، مولانا غلام غوث ہزارویؒ اور شاعر اہل سنت خان محمد کمتر جیسی شخصیات کا شب وروز ان کے ہاں آ کر قیام کرنا اس بات کی دلیل تھی کہ ان کی شخصیت ہر دل عزیز تھی۔ حافظ محمد سرفراز رحمہ اللہ کی وفات کے بعد مولانا عبدالستار تونسویؒ ایک لمبا سفر طے کر کے تشریف لائے تھے اور نماز جنازہ کی امامت فرمائی تھی۔ جس دور میں قائد اہل سنت مولانا قاضی مظہر حسین رحمہ اللہ نے جمعیت علماء اسلام سے استعفیٰ دیا تھا تو وہ ایک نازک اور کٹھن مرحلہ تھا، جب ہر طرف سے اعتراضات واشکالات اور طنز وتشنیع کے تیر پھینکے جا رہے تھے۔ اُن حالات میں خطۂ بھکر میں حافظ محمد سرفرازؒ اور صوفی محمد شریف صاحب کلور کوٹی دو ایسی شخصیات تھیں کہ جنہوں نے مختلف مقامات پر قائد اہل سنتؒ کے جلسے ترتیب دیئے اور دور دراز کے علاقہ جات میں جا کر لوگوں کو تحریک خدام

اہل سنت کے مشن سے آگاہ کیا اور تادمِ واپسیں اسی مشن پر قائم دائم رہے۔ اُس دور کی کارگذاری صوفی صاحب موصوف سے سنی جاسکتی ہے جو کلورکوٹ میں بقید حیات ہیں۔ حافظ محمد سرفرازؒ کی تربیت کا نتیجہ تھا کہ آگے چل کر ان کی اولاد اور پوتے، نواسے تک بھی خدمتِ دین میں مصروف ہیں۔

مولانا محمد عبیداللہ فاروقی نے حفظ و ناظرہ کی تعلیم اپنے والد گرامی سے حاصل کی، ابتدائی کتب مدرسہ عربیہ دارالہدیٰ میں پڑھیں، جس کا اہتمام و انصرام یادگار اسلاف حضرت مولانا محمد عبداللہؒ کے ہاتھ میں تھا اور مولانا محمد عبداللہؒ کی انتھک، اخلاص بھری اور جُہد مسلسل سے عبارت شخصیت کی صحبت نے بھی مولانا محمد عبیداللہ مرحوم پر اپنا رنگ جمایا، بعدازاں مدرسہ بہلویہ شجاعباد اور جہانیاں منڈی میں کُتب کے مختلف درجات پڑھنے کے بعد جامعہ اشرفیہ لاہور تشریف لائے اور یہاں سے ۱۹۸۲ء میں دورۂ حدیث شریف مکمل کیا۔ مولانا محمد عبیداللہ فاروقی تعلیم کی رسمی فراغت سے دو سال قبل ہی حضرت اقدس مولانا قاضی مظہر حسینؒ کے دست حق پرست پر بیعت ہو چکے تھے۔ پھر یہ تعلق اتنا مضبوط تھا ہوا کہ وہ تحریک کے مستقل مبلغ قرار پائے اور چکوال، جہلم، اٹک میں ہونے والے لگاتار جلسوں کی زینت بنتے تھے۔ ۱۹۸۳ء سے ۱۹۹۸ء تک وہ بھرپور اور پُرجوش انداز میں تحریک کے ترجمان رہے، اس دوران مختلف تنظیموں اور تحریکوں کے کئی ایک طوفان آکر گذر گئے۔ مگر مولانا مرحوم نے خدام اہل سنت سے اپنی وابستگی پہلے سے بھی مضبوط کی اور ایک نظریاتی فرد کی طرح پوری استقامت کے ساتھ اپنے کاز سے جُڑے رہے۔ مولانا محمد عبیداللہ فاروقی ایک خوش الحان، خوش خوراک، خوش لباس اور خوش طبع شخصیت کے مالک تھے۔ وہ ایک زندہ دل عالم دین تھے۔ ظرافت ان کی طبیعتِ ثانیہ بن گئی تھی۔ جہاں بیٹھتے، میر محفل ہوتے، سنجیدہ انداز میں باوقار چہرہ اور موٹی موٹی سُرمہ بھری آنکھوں کے ساتھ جب کوئی مزاحیہ چٹکلہ چھوڑتے تو محفل کشتِ زعفران بن جاتی۔ حتی کہ بیماری کے ایام میں بھی انہوں نے تکلیف کو اپنے اوپر غالب نہ ہونے دیا اور صبر و مروّت کا سلسلہ جاری رہا۔ کچھ عرصہ پہلے ان کے تین بھائی، مولانا مفتی محمد حفیظ اللہ، قاری محمد عطا اللہ اور قاری محمد صدیق یکے بعد دیگرے انتقال کر گئے تو بھائیوں کی جدائی کے ان صدمات نے ان کی کمر توڑ کر رکھ دی تھی۔ شوگر وغیرہ کے عوارض تو پہلے بھی لاحق تھے مگر ان صدمات کی وجہ سے دیکھتے ہی دیکھتے چارپائی پر لگ گئے۔

مورخہ ۸، مارچ ۲۰۱۸ء کو انہوں نے اپنے مدرسہ کا سالانہ جلسہ کروایا تو کاتب السطور کو کہا کہ آپ نے ضرور آنا ہے، یہ میری زندگی کا آخری جلسہ ہے۔ چنانچہ جلسہ منعقد ہوا، بڑا اجتماع تھا، حضرت امیر مرکزیہ مولانا قاضی محمد ظہور الحسین صاحب اظہر مدظلہ علالت وضعف کے باوجود چکوال سے تشریف لے گئے۔ راقم بھی پہنچ گیا اور حضرت مولانا عبدالحمید صاحب تونسوی مدظلہ اور سرگودھا سے مفتی شاہد مسعود بھی تشریف لائے، اُس دن بھی ان کی طبیعت میں سُتھرا پن اور ظرافت غالب رہی۔ مہمانوں کا اکرام، ملنا جلنا، اور جلسہ کے تمام تر انتظامات کی مرکزی نگرانی خود کرتے رہے۔ یہ ان کی زندگی کا واقعی آخری جلسہ تھا۔

مورخہ ۴ جون ۲۰۱۸ء بمطابق ۱۸ رمضان المبارک بروز پیر شب گیارہ بجے ایک بار پھر بیماری نے حملہ کیا، مگر اب دفاعی پوزیشن میں نہ تھے کیونکہ وقت اجل آچکا تھا، پچھلے کئی دنوں سے کھانا پینا متروک تھا مسلسل ضُعف اور نقاہت کی وجہ سے بول چال بھی بند تھی، چنانچہ اسی دوران داعیُ اجل کو لبیک کہا اور ہمیشہ ہمیشہ کے لیے وہاں چلے گئے، جہاں جا کر کبھی کوئی واپس نہیں آیا، نماز جنازہ کا اعلان ہوا تو بھکر شہر اور گردونواح سے ہزاروں لوگ امنڈ آئے، حضرت مولانا عبدالحمید صاحب تونسوی نے نماز جنازہ پڑھائی اور سوگواروں نے آنسوؤں کی جھڑی میں آپ کو سپردِ لحد کر دیا۔ اللہ تعالیٰ مولانا مرحوم کی اولاد کو ان کے علمی وتعلیمی نقش قدم پر چلنے کی توفیق دے، پسماندگان کو صبر جمیل دے اور مولانا مرحوم کے بال بال کی مغفرت فرمائے۔ آمین۔

؎ آسماں تیری لحد پر شبنم افشانی کرے
سبزۂ نورستہ اس گھر کی نگہبانی کرے

☆☆☆☆

نیکی اور گناہ

حضرت ابن سمعان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نیکی اور گناہ کے بارے میں سوال کیا تو آپ نے فرمایا ''نیکی حسنِ خلق کا نام ہے اور گناہ وہ ہے جو تمہارے دل میں کھٹکے اور تمہیں اس پر لوگوں کا مطلع ہونا پسند نہ ہو۔'' (مشکوٰۃ شریف)

☆☆☆☆

تبصرہ و تذکرہ

کتاب کا نام : حیاتِ نافع

مرتب : حافظ محمد سعد اللہ

صفحات : ۸۰۰ روپے

ناشر : دار الکتاب لاہور، 0300-8099774

حضرت مولانا محمد نافع رحمہ اللہ کے سوانح و حالات میں پہلی کتاب راقم کے قلم سے منظر عام پر آئی تھی جس کو اللہ کریم نے توقع سے کہیں زیادہ پذیرائی بخشی، مختلف رکاوٹوں، احباب کی بے معنی رنجشوں اور بعض مخصوص ملکی حالات کے باوصف الحمد للہ کتاب ملک اور بیرون ملک اپنے شائقین کے ہاتھوں پہنچ ہی گئی۔ مولانا محمد نافع رحمہ اللہ کے احوال پر اب یہ دوسری کتاب منظر عام پر آئی ہے۔ جس میں مرتب نے شب و روز محنت کے بعد مولانا مرحوم کی علمی، تحقیقی اور عملی زندگی کے حوالہ سے بہت سا مواد جمع کر دیا ہے۔ یہ کتاب سولہ ابواب پر مشتمل ہے اور کم و بیش ساڑھے چھ سو صفحات پر پھیلی ہوئی ہے۔ ہر باب میں متلاشیانِ علم اور خدمتِ دین کا جذبہ رکھنے والوں کے لیے مختلف پہلوؤں سے نمونے موجود ہیں۔ حضرت مولانا محمد نافع رحمہ اللہ بلاشبہ اہل سنت کا قیمتی اثاثہ تھے اور انہوں نے اپنے معتدل مگر متصلبانہ ذوق سے اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے دفاع میں جو کارہائے نمایاں سرانجام دیئے ہیں اور تحریری میدان میں اہل باطل کا بھرپور تعاقب کیا ہے، وہ رہتی دنیا تک یادگار رہے گا۔ کتاب ہذا بلاشبہ ہر لائبریری کا حصہ ہونی چاہیے۔ ''دار الکتاب'' کے منتظم جناب حافظ محمد ندیم صاحب مبارک باد کے مستحق ہیں کہ انہوں نے ایک عظیم عالم دین کے احوال و آثار پر مشتمل اس کتاب کی طباعت کا اپنے ادارہ سے انتظام کیا۔ اور مرتب بھی لائق شاباش ہیں کہ انہوں نے نہایت محنت کے ساتھ یہ کارنامہ سرانجام دیا۔ مرتب موصوف نے ایک کتابچہ بنام ''مولانا احمد رضا خان کا نظریہ توحید'' بھی لکھا تھا جس پر مولانا محمد نافع رحمہ اللہ نے انہیں خطوط لکھے تھے۔ اگر وہ خطوط بھی جلد منظر عام پر آ جائیں تو موصوف کا مبنی بر دیانت احسان ہوگا۔ کتاب حاصل کرنے کے لیے مندرجہ پتہ اور فون پر رابطہ فرمائیں۔

تحریک خدام اہل سنت والجماعت پاکستان
کے زیر اہتمام
ان شاء اللہ
عظیم الشان
فقید المثال
سنی
سالانہ
کانفرنس
5
اگست اتوار صبح 9 بجے تا نماز عصر
جامع مسجد صدیق اکبرؓ
امیر پور منگن
قاری مظہر حسین
محمد ظہور الحسین اظہر
مفتی جمیل الرحمن
زاہد حسین رشیدی
قاری نور محمد
مناظر اسلام
محقق اہل سنت وکیل صحابہؓ
حضرت مولانا علامہ
عبدالحمید تونسوی
صاحب
تونسہ شریف
شہباز خطابت
پروفیسر جناب
حضرت مولانا قاضی مطیع اللہ سعیدی
صاحب
آف اٹک
شہزادہ اہل سنت
حضرت مولانا قاری
محمد ابوبکر صدیق
صاحب
مہتمم جامعہ حنفیہ تعلیم الاسلام
مدنی محلہ جہلم
فاروق معاویہ صاحب
اٹک
محمد یاسر اقبال
چکوال
حضرت مولانا
سبز علی خان صاحب
علمائے کرام
اشتہارات 03138696644
الداعی الی الخیر
مولانا محمد اسماعیل
خطیب جامع مسجد صدیق اکبرؓ امیر پور منگن
03075686481